مسلم پرسنل لا اور اسلام کا عائلی نظام

از شمس تبریز خاں (رفیق مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

اپنے موضوع پر اردو میں پہلی مستقل کتاب جو اپنے مباحث و موضوعات کے تنوع اور مسلم پرسنل لا کے مکمل و مدلل تعارف کے لئے امتیاز خاص رکھتی ہے جس میں مسلم پرسنل لا کی شرعی حیثیت اور اس کے امتیازی پہلوؤں سے تفصیلی اور تحقیقی بحث کی گئی ہے اور کتاب و سنت اور علوم عصریہ سے یکساں طور پر استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی عورتوں سے متعلق اسلامی اور غیر اسلامی قوانین کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

چند اہم عنوانات

- مسلم پرسنل لا کی شرعی حیثیت
- مسلم پرسنل لا کے امتیازی پہلو
- عورت غیر اسلامی تہذیب و شریعت میں
- اسلام میں عورت کا مقام
- اسلام کے عائلی نظام کی چند جھلکیاں وغیرہ

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مرحوم (سابق ناظم دار المصنفین)

کے مقدمہ اور دو نئے ابواب کے اضافہ کے ساتھ دوسرا ایڈیشن

معیاری کتابت ✽ آفسٹ طباعت ✽ صفحات ۲۸۶ ✽ قیمت سترہ ۱۷ روپیے

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء

• پوسٹ باکس نمبر ۱۹۹ لکھنؤ •

رضوان لکھنؤ دسمبر ۸۵ء

خواتین کا ترجمان

رضوان

ماہنامہ

لکھنؤ

R.No. 2416/57

L/W NP

Nov. 1985

Monthly **RIZWAN**

LUCKNOW.

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی چند تصنیفات

نبی رحمت	تاریخ دعوت وعزیمت	ہندوستانی مسلمان	ارکان اربعہ
کاروان مدینہ	سیرت سید احمد شہید	انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر	منصب نبوت
دو ہفتے ترکی میں	نقوش اقبال	عالم عربی کا المیہ	تذکرہ شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادی
ایک اہم دینی دعوت	سوانح حضرت رائے پوری	معرکہ ایمان و مادیت	ہندوستانی مسلمان ایک نظر میں
مغرب سے صاف صاف باتیں	قادیانیت	جب ایمان کی بہار آئی	پرانے چراغ
دریائے کابل سے دریائے یرموک تک	شرق اوسط کی ڈائری	دو ہفتے مغرب اقصیٰ میں	پاجا سراغ زندگی
ذکر خیر	صحبتے با اہل دل	حیات عبدالحی	مکاتیب یورپ
نئی دنیا امریکہ میں صاف صاف باتیں	مکاتیب مولانا الیاس	مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت	دعائیں [illegible]
…ام انسانیت	مقام انسانیت	حق و انصاف کی عدالت میں ایک مظلوم مصلح کا مقدمہ	تزکیہ و احسان

مکتبہ اسلام، گوئن روڈ، لکھنؤ ۱

خواتین کا ترجمان

رضوان لکھنؤ

ماہنامہ

جلد ــــ ۲۹

شمارہ ــــ ۱۲

دسمبر ۱۹۸۵ء

مطابق

ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

معاونین

امامہ حسنی

میمونہ حسنی

اسحاق حسینی

سالانہ چندہ

برائے ہندوستان

بیس روپے

برائے بیرونی ممالک

(ہوائی ڈاک سے)

سو روپے

فی پرچہ: دو روپے

دفتر

ماہنامہ رضوان، ۱۷۲/۵۴ - محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ

فہرست مضامین

۱. اپنی بہنوں سے	مدیر	۳
۲. قرآن مجید کے بتدریج نازل ہونے کی حکمتیں	مولانا محمد رضوان ندوی	۵
۳. احادیث رسول اور عورتوں کے حقوق	مولانا شمس تبریز خاں	۱۳
۴. حمد	ڈاکٹر طفیل احمد مدنی	۱۶
۵. لو آگئی منزل کہ مدینہ کی گلی ہے	ام ہانی	۱۷
۶. آسرا بس ترا (مناجات)	مخدومہ خیر النساء بہتر	۲۱
۷. نادار مطلقہ کی مشکلات کا اسلامی حل	مولانا عتیق احمد بستوی	۲۲
۸. نعت	محمد عتیق نور	۳۲
۹. گھر اور خاندان کو تباہ کرنے کی سازش	محترمہ مریم جمیلہ	۳۳
۱۰. ذرا غور کیجئے!	محمد مسیح الدین صدیقی	۳۸
۱۱. درس عبرت	عبد الہادی	۴۲
۱۲. قرآن پاک اور مسلمان (نظم)	حضرت مولانا محمد احمد پرتاپ گڈھی	۴۵
۱۳. کشیدہ کاری		۴۷

اپنی بہنوں سے

مدیر

الحمد للہ کہ اس شمارے پر رضوان کا انتیسواں سال پورا ہو گیا اور جنوری ۱۹۸۶ء سے وہ تیسویں سال میں قدم رکھ رہا ہے، ہم کو اس بات کا جائزہ لینا چاہیئے کہ رضوان نے اپنی انتیس سالہ گزری ہوئی مدت میں مسلمان خواتین کی کتنی خدمت کی اور عام مسلمانوں کی دینی ثقافتی اور اخلاقی میدان میں کیا رہنمائی کی، اگر اس رسالہ سے مسلمان گھرانوں میں دین و اخلاق حیا و پاکدامنی اسلام کی تعلیمات اور عام مفید معلومات کا کوئی ذخیرہ یا اثاثہ پہنچا ہے تو یقیناً اس رسالے کی خدمات کو سراہا جانا چاہیئے اور اس کو باقی و زندہ رکھنے کی کوشش کرنا چاہیئے اس کا فیصلہ ان بہنوں کو کرنا ہے جو اس کا مطالعہ کرتی رہتی ہیں۔ اپنے گھر کی عورتوں اور بچوں اور عام لوگوں کو پڑھاتی اور مطالعہ کراتی رہتی ہیں، دینی جذبہ رکھنے والے بہن بھائیوں اور اس دور میں دین اخلاق کی ٹوٹی پھوٹی کوشش کرنے کو بھی پسند کرنے والے لوگوں نے مختلف مواقع پر رضوان کی ہمت افزائی کی ہے اور اس کی کوششوں کو سراہا ہے اور نیک مشورے دیے ہیں۔ اس کی اشاعت بڑھانے میں اپنی طرف سے کوشش میں کوئی کمی نہیں کی ہے ہم ان تمام حضرات اور ہمدرد خواتین کے دل سے شکر گزار ہیں کہ ہمارے قدم جمانے میں ان محسنین کا بڑا ہاتھ ہے۔ آج کے شمارے میں عمومی طور پر ہر دردمند دل رکھنے والے مسلمان مرد عورت سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ رضوان کی اشاعت میں جو بھی قدم اٹھا سکیں اس میں پہلو تہی نہ کریں ان کی ادنیٰ سی

کوشش ہی رضوان کے لیے مفید ثابت ہوگی وہ اگر کسی کو خریدار بنا سکیں تو اس کا خیال نہ کریں کہ ایک خریدار سے کیا ہوگا ایک دو خریداروں کا اضافہ بھی قیمتی اضافہ ہے اگر اس سال کے اختتام پر سارے خریدار اور رضوان سے کسی نہ کسی طرح کی ہمدردی رکھنے والے بھائی اور بہنیں آئندہ سال کے متعلق یہ فیصلہ کرلیں کہ رضوان کی اشاعت میں وہ کچھ نہ کچھ ضرور حصہ لیں گی، دوسرے لوگوں سے اس کا تعارف کرائیں گی ان کو اس کا خریدار بننے کی ترغیب دیں گی. لائبریریوں اور لڑکیوں کے اسکولوں میں اس کو پہنچائیں گی اس کو پڑھ کر دوسروں کو سنائیں گی اگر خود خریدار ہیں تو وقت پر اس کا سالانہ چندہ ارسال کریں گی تاکہ رضوان اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکے اور بہ اطمینان بہتر سے بہتر خدمت انجام دے سکے اور تادیر زندہ رہ سکے۔ ہم آپ سب سے امید کرتے ہیں کہ آپ ہماری گزارشات پر غور فرما کر عملی تعاون سے دریغ نہ فرمائیں گی. مندرجہ بالا تعاون کے طریقوں میں سے کوئی طریقہ اختیار کر کے شکر امتنان کا موقع عنایت فرمائیں گی، آخر میں ہم آپ سے اس دعا کے خواستگار ہیں کہ اللہ تعالیٰ "رضوان" کے پائے ثبات میں لغزش نہ پیدا ہونے دے اور عام مسلمان مردوں عورتوں کے لیے مفید سے مفید تر بنائے اور آفات و پریشانیوں سے محفوظ رکھے۔

محمد حجر ابی

عبد المجید آہنگل

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ

سورج اور چاند ایک حساب سے گردش کر رہے ہیں!

ذکری کیلنڈر ۱۹۸۶ء

تاریخ	جنوری اکتوبر	فروری مارچ نومبر	اپریل جولائی	مئی	جون	اگست	ستمبر دسمبر
۱ ۸ ۱۵ ۲۲ ۲۹	بدھ	ہفتہ	منگل	جمعرات	اتوار	جمعہ	پیر
۲ ۹ ۱۶ ۲۳ ۳۰	جمعرات	اتوار	بدھ	جمعہ	پیر	ہفتہ	منگل
۳ ۱۰ ۱۷ ۲۴ ۳۱	جمعہ	پیر	جمعرات	ہفتہ	منگل	اتوار	بدھ
۴ ۱۱ ۱۸ ۲۵	ہفتہ	منگل	جمعہ	اتوار	بدھ	پیر	جمعرات
۵ ۱۲ ۱۹ ۲۶	اتوار	بدھ	ہفتہ	پیر	جمعرات	منگل	جمعہ
۶ ۱۳ ۲۰ ۲۷	پیر	جمعرات	اتوار	منگل	جمعہ	بدھ	ہفتہ
۷ ۱۴ ۲۱ ۲۸	منگل	جمعہ	پیر	بدھ	ہفتہ	جمعرات	اتوار

بشکریہ

رضوان لکھنؤ دسمبر ۱۹۸۵ء

مولانا محمد رضوان ندوی
دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

قرآن مجید کے تدریج نازل ہونے کی حکمتیں

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اس لیے ازل سے لوح محفوظ میں موجود ہے "بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ (بلکہ یہ قرآن مجید ہے لوح محفوظ میں) قرآن مجید کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ انسانوں کی پاکیزہ اخلاق پر تربیت کرے، ان کو بنائے اور سنوارے، باطل عقائد اور فاسد اعمال کے دلدل سے نوع انسانی کو نکالے. شاہ ولی اللہ صاحب "الفوز الکبیر" میں لکھتے ہیں کہ "نزول قرآن کا اصل مقصد نفس انسانی کی تہذیب اور باطل عقائد اور فاسد اعمال کی تردید ہے"۔ اسی بنیاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تیرہ ۱۳ سال تک اللہ کی طرف دعوت اور مومنین کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مکی زندگی کا مطالعہ کرنے سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی لیکن واقعہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں اسلامی دعوت اور قرآنی تعلیم و تربیت نے جاہلیت پر کاری ضرب لگانے میں کامیابی حاصل کرلی تھی، جاہلیت کے پرستار اور شرک و بت پرستی کے علمبردار یہ محسوس کرنے لگے کہ اب ان کی چودھراہٹ کے دن گنے جا چکے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ظلم و استبداد کے شکنجہ میں کیسے رہنے کے

رضوان لکھنؤ دسمبر ۱۹۸۵ء

باوجود قرآن پر غیر متزلزل یقین رکھتے تھے، ظالموں کی ایذارسانی میں عجیب لذت محسوس ہوتی تھی، قرآن مجید کا حالات وواقعات کے مطابق نزول ان کے ایمان کو جلا بخشتا تھا، ان کے لیے تسلی وتشفی کا باعث ہوتا تھا، ان کے اندر صبر واستقلال اور ثابت قدمی پیدا کرتا تھا اور دوسری طرف قرآن مجید کی ہر آیت قریش مکہ پر بادل برساتی تھی، ان کی بے چینی و پریشانی میں اضافہ کرتی تھی اور ان کے شخصی وقبائلی مقاصد اور ذاتی منافع کے لیے موت کا پیغام ثابت ہوتی تھی اسی وجہ سے ان کو اس بات پر اعتراض تھا کہ قرآن مجید ایک ہی دفعہ میں کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ بتدریج کیوں نازل ہوتا ہے؟ حالانکہ ساری آسمانی کتابیں ایک ہی دفعہ میں نازل ہوتی رہی ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سوچ سوچ کر تھوڑا تھوڑا بنا لیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کا یہ اعتراض اور اس کا جواب بھی نازل فرمایا،

وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ کذالک لنثبت بہ فوادک ورتلناہ ترتیلا

اور منکرین کہتے ہیں ان (پیغمبر) پر قرآن ایک ہی وقت میں کیوں نہ اتار دیا گیا؟ ہاں ایسا اس لیے کیا گیا کہ اس سے ہم آپ کے دل کو ثابت رکھیں اور اسی لیے ہم نے اس کو بہت ٹھہر ٹھہر کر اتارا ہے

اس آیت سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں (۱) قرآن الگ الگ اجزاء کی شکل میں نازل ہوا (۲) کفار مکہ کا یہ اعتراض اور اس کا جواب اس بات کی دلیل ہے کہ کتب سابقہ ایک ہی وقت میں پوری کی پوری نازل ہوتی رہی ہیں، اگر کتب سابقہ بھی قرآن کی طرح نازل ہوئی ہوتیں تو اللہ قرآن کے بتدریج نازل کرنے کی حکمت بیان کرنے کے بجائے یہ جواب دیتا کہ سارے انبیاء علیہم السلام پر کتابیں بتدریج ہی نازل کی گئیں یہ تو میری سنت چلی آرہی ہے جیسا کہ منکرین کے بہت سے دوسرے اعتراضات کا جواب اسی طرح دیا ہے مثال کے طور پر منکرین کا ایک اعتراض یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے اور بازاروں میں پھرتے ہیں اگر آپ رسول ہوتے تو فرشتوں کی طرح کھانے پینے اور بازاروں میں پھرنے کی ضرورت نہ پیش آتی۔ "وقالوا مال ھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق

ان کے اس اعتراض کا جواب یہ دیا گیا کہ جن انبیاء علیہم السلام کو تم بھی نبی ورسول مانتے ہو وہ بھی تو انسان ہی تھے، انسانوں کی طرح کھاتے پیتے اور بازاروں میں پھرتے تھے۔

"وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انھم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق"

لیکن ان کا یہ اعتراض کہ قرآن بتدریج کیوں نازل ہوتا ہے؟ کتب سابقہ کی طرح ایک ہی وقت میں کیوں نہیں اتارا گیا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض کی تکذیب نہیں کی بلکہ قرآن کو اجزاء کی شکل میں اتارنے کی ایک حکمت یہ بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو تقویت عطا کرنا مقصود ہے، قرآن کے تدریجی نزول کی اور بھی حکمتیں ہیں جنھیں بعض دوسری سورتوں میں بیان کیا گیا ہے۔

پہلی حکمت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو تقویت عطا کرنا، آپ کی ہمت بڑھانا آپ کے اندر صبر، استقامت اور قوت برداشت پیدا کرنا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اطمینان وسکون کے ساتھ اللہ کے پیغام کو بندوں تک پہنچادیں اور کسی لمحہ آپ یہ محسوس نہ کریں کہ میں اس دعوت کا بار گراں اٹھانے کے لائق نہیں ہوں اور تھک کر بیٹھ جائیں جیسا کہ بہت سے مصلحین کے ساتھ ۰ ' ب انھوں نے حالات ناموافق دیکھے تو وہ احساس کمتری اور مایوسی کا شکار ہ ت کے مطابق اپنے موقف میں تبدیلی کرلی، یا مایوس ہو کر اصلاح کا کام کرنا چھوڑ دیا، وحی کے استمرار وتسلسل نے آپ کو دعوت الی اللہ کے نشہ سے مخمور کر دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادائے فرض میں لذت وسرور کی کیفیات سے معمور رہے تھے علامہ بدرالدین زرکشی "البرھان فی علوم القرآن" میں لکھتے ہیں "فان الوحی اذا کان یتجدد فی کل حادثۃ کان اقوی للقلب واشد عنایۃ بالمرسل الیہ" اس لیے کہ ہر موقع پر واقعہ کے مطابق وحی نازل ہونا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے پناہ قوت بخشتا تھا اور اللہ تعالیٰ کا آپ سے انتہا تعلق پر دلالت کرتا ہے۔ قرآن کریم کی یہ آیت "کذلک لنثبت بہ فوادک ورتلناہ ترتیلا" (ہاں ایسا ہم نے اس لیے کیا ہے کہ اس سے ہم آپ کے دل کو قوی کر دیں) صراحت کے ساتھ اس حکمت کی وضاحت کرتی ہے۔

دوسری حکمت: قرآن مجید بتدریج اس لیے نازل ہوا کہ مسلمانوں کے لیے اس کا یاد

کرنا، سمجھنا اور اس پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔ اسلامی تاریخ سے واقف کار کی نگاہ سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہو سکتی کہ اسلام کا ظہور جاہلیت اور جاہلیت کی تمام عادات ورسوم کے خلاف اعلان جنگ تھا اور جاہلیت اپنے ممکنہ وسائل کے ساتھ اپنی بقا کے لیے میدان جنگ میں کود پڑی تھی لہذا اسلام قبول کرنے والوں پر چاروں طرف سے مصائب وآلام کی یلغار ہوتی تھی' بسا اوقات خود ان کا اپنا گھر' اپنا خاندان ان کے لیے امتحان گاہ بن جاتا تھا' ان حالات میں ان کے لیے قرآن کریم کو اس کی ضرورت کے مطابق وقت دینا ناممکن تھا' مزید برآں یہ کہ وہ امی تھے' پڑھنے لکھنے کا رواج بہت کم تھا' تعلیم کے وسائل بھی ان کے پاس بہت محدود تھے۔ مکہ مکرمہ میں ان کی تعداد بھی بہت کم تھی' قریش مکہ نے ان کو تختہ مشق بنا رکھا تھا وہ ان کو سخت سے سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے' آج کی طرح مدارس ومکاتب کا وجود نہ تھا' ہاں ایک گھر تھا جو مسلمانوں کی تربیت گاہ تھا جہاں وہ اپنے ہادی ورہبر سے آداب زندگی سیکھتے تھے۔ مدرسہ کا تنگ مفہوم اس پر منطبق نہیں ہوتا لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ تاریخ انسانی کا سب سے بڑا مدرسہ تھا جہاں انسان ڈھلتے تھے اور جہاں قرآنی نسل تیار ہوئی جس نے تاریخ انسانی کا عظیم ترین انقلاب برپا کیا' سسکتی اور دم توڑتی ہوئی انسانیت کو زندگی کی لذت سے آشنا کیا۔ پھر مسلمانوں نے مدینہ منورہ کی ہجرت کی' یہاں آکر ان کو کچھ سکون ضرور میسر آیا اور مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا' اسلامی معاشرہ بھی وجود میں آگیا' اسلام کی خوبیوں کو ظاہر ہونے کا موقع ملا لیکن مسلمانوں کی مصروفیت بہت بڑھ گئی' مکہ مکرمہ میں صرف قریش مکہ سے مسلمانوں کا سابقہ تھا۔ مدینہ منورہ میں مسلمان جاہلیت کے ان گنت علمبرداروں کے درمیان کھڑے تھے' جاہلیت کی عظیم ترین طاقتیں مسلمانوں کے خلاف متحد ہو چکی تھیں' منافقین کا ایک گروہ بھی پیدا ہو چکا تھا جو افواہیں پھیلا کر مسلمانوں کی صفوں میں انتشار وانارکی کو جنم دینے کی کوششوں میں مصروف تھا اور منکرین ومعاندین کو مسلمانوں کی نقل وحرکت کی اطلاعات فراہم کرتا رہتا تھا' غزوات کا سلسلہ شروع ہو گیا اور مسلمان ایک میدان جنگ سے دوسرے میدان جنگ کا رخ کرتے رہے' ان حالات میں ان کے لیے اپنی زندگی کو قرآن کریم کے اگر ایک ہی وقت میں پورا کا پورا نازل ہو جاتا) یاد کرنے اور سمجھنے میں لگا دینا آسان نہ تھا' یہاں پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین دین اور علم دین

کو دو الگ الگ چیزیں نہیں تصور کرتے تھے وہ جو کچھ سیکھتے تھے اس پر عمل کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

كان الرجل منا اذا تعلم عشر آيات لم يجاوزهن حتى يعرف معانيهن والعمل بهن

ہم میں سے جب کوئی دس آیتیں سیکھ لیتا تو ان کے معانی سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کے بعد ہی آگے بڑھتا تھا (تفسیر ابن کثیر ص ۳ جلد اول)

اس لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت متقاضی ہوئی کہ قرآن مجید قسط وار نازل ہو تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو اچھی طرح محفوظ کر لیں' اس کے اغراض ومقاصد سے واقف ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعوت الی اللہ کے بار گراں کو اٹھا سکیں اور اس امت کو آداب زندگی سکھائیں جس کا دنیائے انسانیت کی رہنمائی کے لیے انتخاب ہو چکا تھا۔

تیسری حکمت:۔ قرآن مجید اپنی تمام حیثیات کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ کامل ہے' وہ نظم کلام (اسٹائل) کی حیثیت سے معجزہ ہے' اس میں نظم ونثر کے درمیان ایک ایسا انوکھا اسلوب پایا جاتا ہے جو عربوں کے بڑے سے بڑے ادیب وشاعر کی پرواز تخیل میں بھی نہ تھا اور نہ آسکتا ہے۔ وہ اپنی خارق عادت تاثیر اور قلوب انسانی کی تسخیر میں معجزہ ہے' انسانی دلوں کو مسخر کرنے کی بے پناہ قوت کا مالک ہے' دوست ودشمن' موافق و مخالف' عالم وجاہل سب یکساں اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک سورت کی چند آیتیں سن کر پتھر سے موم بن جاتے ہیں' عتبہ بن ربیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کچھ ہی آیتیں سنتا ہے اور قرابت کا واسطہ دے کر آپ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیتا ہے اور کئی دن تک گھر سے باہر نکلنے کی ہمت نہیں ہوتی اسے ایسا لگتا ہے کہ عذاب الہٰی آنے والا ہے۔ رئیس مکہ ولید بن المغیرہ چند آیتیں سن کر بے خود ہو جاتا ہے اور کہہ اٹھتا ہے کہ خدا کی قسم اس میں کچھ اور ہی شیرینی اور تازگی ہے۔

اس طرح قرآن مجید اپنی تعلیمات' ہدایات' ارشادات اور احکامات میں بھی معجزہ کامل ہے' قرآنی تربیت ہی کا نتیجہ تھا کہ دنیائے انسانیت نے قرن اول میں ایسے معاشرہ کا مشاہدہ کیا جو دنیا میں جنت کا نمونہ تھا اور آج بھی قرآن من وعن ہمارے درمیان موجود ہے اور انسان

کو انسانیت کے اس اوج کمال پر پہنچا سکتا ہے جس کی بلندی تک کوئی ستارہ بھی آج تک نہ پہنچ سکا بس چند حاملین قرآن کی ضرورت ہے جن کی زندگی میں چلتا پھرتا قرآن نظر آتا ہو۔ قرآن بتدریج نازل ہوتا رہا اور زبان و قلم کے بادشاہوں کو چیلنج کرتا رہا کہ وہ قرآن جیسی ایک بات ہی پیش کردیں۔ فلیاتوا بحدیث مثلہ ان کانوا صادقین (اگر وہ سچے ہیں تو اس جیسی کوئی ایک بات پیش کردیں) قریش میں زباں آور شعراء اور آتش بیان خطباء موجود تھے لیکن اس چیلنج کو قبول کرنے کے لیے ایک آواز بھی بلند نہ ہوئی، انھوں نے اپنے سارے وسائل اور ساری صلاحیتوں کو دین محمدی کو نیست و نابود کرنے کے لیے وقف کردیا مگر ان سے یہ نہ ہو سکا کہ کوہ صفا سے بلند ہونے والے چیلنج کا جواب دیتے حالانکہ قرآن مجید کا بتدریج نزول ان کی آتش غضب کو اور بھڑکاتا تھا اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ قرآن کا اعجاز اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ کامل انسانی دلوں پر نقش ہوتا چلا گیا۔

وقرانا فرقناہ لتقراہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوتھی حکمت:۔ قرآن مجید حالات و واقعات کے مطابق تیئیس ۲۳ سال میں نازل ہوا جب جب کوئی واقعہ پیش آیا تو ضرورت کے مطابق قرآن کا نزول ہوا اور اس نے مسلمانوں کی رہنمائی کی اور ان کو جادہ حق پر گامزن کردیا۔ ۶ھ میں غزوہ نبی المصطلق پیش آیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں واپسی میں ایک جگہ قافلہ ٹھہرا تاکہ لوگ اپنی ضرورتوں سے فارغ ہو جائیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قضاء حاجت کے لیے جنگل چلی گئیں وہاں اتفاق سے ان کا ہار ٹوٹ کر گر گیا وہ اس کو تلاش کرنے لگیں جب واپس آئیں تو دیکھا قافلہ روانہ ہو چکا ہے، وہ اپنی جگہ پر چادر میں لپٹ کر بیٹھ رہیں آخر رات کا وقت تھا نیند کا غلبہ ہوا ان کی آنکھ لگ گئی، حضرت صفوان رضی اللہ عنہ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خدمت پر مامور کیا تھا کہ وہ قافلہ روانہ ہونے کے بعد پڑاؤ کی جگہ کوئی چیز رہ گئی ہو تو اسے اپنے ساتھ لے کر آئیں، وہ صبح کے وقت اس جگہ پہنچے قریب آئے تو دیکھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، انھوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، آواز سنتے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی، انھوں نے چہرہ ڈھانپ لیا، حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے اپنا اونٹ قریب

لاکر بٹھادیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہو گئیں اور خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر پیدل چلتے رہے یہاں تک کہ قافلہ سے جا ملے۔ سردار منافقین عبداللہ بن ابی کو ایک بات ہاتھ لگ گئی، اس نے نمک مرچ لگا کر بیان کرنا شروع کردیا، بعض بھولے بھالے مسلمان اس کی باتوں میں آگئے اور انھوں نے بھی اس واقعہ کو پھیلانے میں حصہ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بڑی پریشانی کے عالم میں ایک مہینہ گزارا، عام مسلمان بھی رنج و افسوس کی کیفیت میں ڈوبے رہے، آخر کار اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت اور بہتان باندھنے والوں یا اس میں شریک ہونے والوں کی مذمت میں کچھ آیتیں نازل فرمائیں۔

ان الذین جاؤا بالافک عصبۃ منکم لاتحسبوہ شرالکم بل ھو خیرلکم لکل امری منھم ما اکتسب من الاثم والذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب عظیم

بیشک جن لوگوں نے تہمت گڑھی وہ تمھارے اندر ہی کے لوگ ہیں، اس واقعہ کو اپنے لیے شر نہ سمجھو بلکہ وہ تمھارے لیے خیر ہی ہے جس نے اس میں جتنا حصہ لیا اس نے اتنا گناہ کیا اور جس شخص نے اس کا بڑا بوجھ اٹھایا اس کیلئے تو بڑا عذاب ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت لگانے والوں پر حد قذف جاری فرمائی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تین مسلمانوں پر بھی حد جاری فرمائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر عبداللہ بن ابی جس نے تہمت گڑھی تھی اس پر دوہری حد فرمائی پھر مومنین نے توبہ کرلی اور منافقین اپنے حال پر قائم رہے اور آج بھی یہ صورت حال باقی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت ایمان کی علامت ہے اور ان سے نفرت نفاق کی کھلی ہوئی نشانی ہے، ان سے محبت کرنے والے اور ان کو اسوہ سمجھنے والے مومن، اور ان سے نفرت کرنے والے اور ان کے بارے میں غلط عقیدہ رکھنے والے اور اس کو پھیلانے والے منافق ہیں، ان آیات کے نازل ہوتے ہی مدینہ منورہ کی فضا بدل گئی، جن لوگوں نے افواہوں کا بازار گرم کر رکھا تھا، ان کے لیے اب منھ چھپانے کی جگہ نہیں تھی اور

مسلمان اس بات پر خوش تھے کہ اب قیامت تک کسی منافق کو پیکر عفت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگا کر بھولے بھالے مسلمانوں کو بہکانے کا موقع نہ ملے گا۔ قرآن کا حالات و واقعات کے مطابق نزول مسلمانوں کو قوت اور ان کے ایمان کو تازگی عطا کرتا تھا منکرین حق کی طرف سے کوئی اعتراض اٹھتا تو قرآن اس کا جواب دیتا۔

ولا یأتونک بمثل الا جئناک بالحق واحسن تفسیرا	جب کبھی وہ کوئی عجیب اعتراض کرتے ہیں ہم نے بروقت اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دے دیا اور بہترین طریقہ سے بات کو واضح کر دیا۔

پانچویں حکمت :- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ایک ایسی قوم میں ہوئی تھی جو تہذیب و تمدن سے ناآشنا انسانی اخلاق سے بیگانہ، اور سلیقہ و شعور سے عاری تھی، ایسی قوم کو ایک دم سے تربیت کر کے تہذیب و تمدن کے راستہ پر ڈال دینا ناممکن تھا، کوئی قوم ایک جمپ لگا کر اوج کمال پر نہیں پہنچا کرتی بلکہ بتدریج ترقی کرتی ہے، مکی زندگی میں جو آیات نازل ہوئیں وہ زیادہ تر توحید و رسالت، حشر و نشر اور جنت و دوزخ کی تفصیلات پر مشتمل ہیں اور مدنی آیات انسانی زندگی کو جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے ان سے بحث کرتی ہیں، اور رفتہ رفتہ ایک نئے انسانی معاشرہ کی تشکیل ہوتی ہے جو ہر اعتبار سے انسانیت کو مرتبہ کمال تک پہنچا دیتا ہے۔

اعلانِ تصحیح

ستمبر و اکتوبر ۸۵ء کے مشترکہ شمارہ میں محترمہ ڈاکٹر رئیسہ صدیقی صاحبہ کا مضمون "وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا" کے عنوان سے شائع ہوا تھا اس میں مصنفہ موصوفہ کا نام غلطی سے رہ گیا تھا ادارہ اس کے لیے معذرت خواہ ہے۔ قارئین تصحیح فرمالیں۔ (منیجر)

مولانا شمس تبریز خاں

احادیث رسول صلعم اور عورتوں کے حقوق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت عالم تھے، اور اس رحمت تمام سے عورتوں کو وافر حصہ ملا ہے، جس کا ثبوت وہ احادیث ہیں جو محفوظ و منقول چلی آرہی ہیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے بھی عورتوں کے ساتھ خصوصی رعایت کا اندازہ ہوتا ہے، نبی اپنی امت ہی کا نہیں بلکہ نوع انسان کا مزاج شناس ہوتا ہے اس وجہ سے اس کی تعلیمات فطرت انسانی کی رعایت پر مبنی ہوتی ہے۔ اور ان میں انسانی کمزوریوں اور مجبوریوں کا پورا لحاظ ہوتا ہے، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں مجموعی حیثیت سے بنی نوع انسان کو اس کے مناسب حال تعلیم دی، اس میں عورتوں کے متعلق تعلیمات پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ خصوصی معاملہ کیا گیا اور ان کی کمزوریوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ "عورتیں بائیں پسلی کی طرح ہیں، اگر تم ان کو سیدھی کرنا چاہو گے تو وہ ٹوٹ جائیں گی" مطلب یہ ہے کہ ان سے متعلق چیزوں میں ان کی مزاجی کیفیت کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

ایک حدیث میں آپؐ نے عورتوں کی حیثیت کی اس طرح وضاحت کی "عورتیں، مردوں کی بہنیں ہیں" (انما النساء شقاء الرجال) قرآن میں والدین کے ادب و احترام پر جس

طرح نذور دیا گیا ہے، اس کی شرح سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس طرح کی گئی کہ امومت اور مامتا کو عورت کی بنیادی صفات قرار دیا گیا، اور ماں کے احترام کو عبادت بنا دیا گیا:

جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال أرید الجهاد فقال له الرسول ﷺ هل امك حية؟ قال نعم، قال الزم رجلها فثم الجنة۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے جہاد کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی خدمت کرو اور اس کے قدموں میں بیٹھو کہ وہیں جنت ہے۔

دوسری حدیث میں فرمایا گیا:

الجنة تحت اقدام الأمهات — جنت ماؤں کے قدموں کے تلے ہے۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا "تیری ماں" اس نے پوچھا "پھر" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تیری ماں" اس نے پھر پوچھا اس کے بعد سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "تمہارا باپ"۔

نیک بیوی کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

خیر متاع الدنیا الزوجة الصالحة ان نظرت الیها سرتك وان غبت عنها حفظتك۔

دنیا کی بہترین متاع اچھی بیوی ہے کہ جب تم اسے دیکھو تو وہ تمکو بھلی لگے اور جب تم کہیں جاؤ تو غائبانے میں بھی تمہارا خیال رکھے اور وفاداری برتے۔

بیویوں کے بارے میں عمومی نصیحت کی گئی کہ"

(تم میں اچھا وہ ہے، جس کا سلوک اپنے اہل وعیال سے اچھا ہے، اور میں اپنے اہل کے بارے میں تم سے اچھا ہوں) الغرض اسلام نے عورتوں کے تمام طبقوں کو ان کے مناسب حال حقوق عطا کیے، امومت کا احترام قائم کیا، بیوی کو گھر کا سرقرار دیا اور گھریلو زندگی میں اسے ایک قسم کی خودمختاری عطا کی حتیٰ کہ کے علاوہ بیوی پر مرد کی طرف سے کوئی مطالبہ نہیں کیا جاسکتا، بچیوں کے بارے میں رسول اللہ زن

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ان کی اچھی تربیت کی اور نکاح کر دیا، تو وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بستر مرگ پر بھی غلاموں اور باندیوں کو یاد رکھا، اور ان سے حسن سلوک کی تعلیم دی، اسلام نے عورت کو معاشی آزادی دی اور جائداد وملکیت کا حق عطا کیا، اسے تعلیم کا نہ صرف حق دیا بلکہ اسے فریضہ قرار دیا، اپنی مرضی سے شادی کا حق عطا کیا، آخری بات یہ ہے کہ اسلام عورت کو وہ سارے حقوق دیتا ہے، جو عقل وانسانیت کی رو سے اسے ملنی چاہئیں البتہ اسے صرف انہی باتوں سے روکتا ہے جن سے ان کی نسائیت پر حرف آتا ہے، جو اس کے شایانِ شان نہیں اور اس کی فطرت کے خلاف ہیں۔

قطعہ

کل ایک شوریدہ خواب گاہِ نبی پہ رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر و ہندوستان کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں

یہ زائرانِ حریم مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے ناآشنا رہے ہیں

غضب ہیں یہ "مرشدانِ خودبیں" خدا تری قوم کو بچائے
بگاڑ کر ترے مسلموں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں

سنے گا اقبالؔ کون ان کو یہ انجمن ہی بدل گئی ہے
نئے زمانے میں آپ ہم کو پرانی باتیں سنا رہے ہیں

اقبالؔ

ڈاکٹر سید طفیل احمد مدنی
منہاج پور الٰہ آباد

حمد

اے کردگارِ ارض وسما تیری حمد ہے — اے شہریارِ روزِ جزا تیری حمد ہے
اے خالقِ صباح ومسا تیری حمد ہے — ربِ عطا وجود وسخا تیری حمد ہے
خوشبوئے گل، خرامِ صبا تیری حمد ہے — شاخوں کے جھومنے کی ادا تیری حمد ہے
تتلی کا رقص، گل کی ادا، بادِ نوبہار — پنہاں سبھی میں تیری ثنا تیری حمد ہے
محسوس میں کروں نہ کروں اور ہر یہ بات — سب کی زباں پہ میرے خدا تیری حمد ہے
بدر و اُحد، حنین ہوں یا جنگِ کربلا — ہر کارزارِ عشق و وفا تیری حمد ہے
ایثار وغم گساری و ہمدردی وخلوص — ہر کاروبارِ صدق وصفا تیری حمد ہے
یارب قیامِ لیل بھی تعظیم ہے تری — اور پچھلی شب کی آہ و بکا تیری حمد ہے
خلوت کے آنسوؤں میں بھی مضمر ہے تیری حمد — ٹوٹے ہوئے دلوں کی دُعا تیری حمد ہے
سب کچھ دیا کسی کو، کسی کو برائے نام — تفریقِ بینِ شاہ و گدا تیری حمد ہے
اے وہ کہ بے نیاز ہر ہر شے سے تیری ذات — یہ مبحثِ فنا و بقا تیری حمد ہے
جس کا تصوّرات احاطہ نہ کر سکیں — اس سے زیادہ اس سے سوا تیری حمد ہے
نسبت نہیں ہے غیر کو کچھ تیری حمد سے — سب سے علیحدہ و جُدا تیری حمد ہے
پرتو ہے تیرے حُسن کا ہر چہرۂ حسیں — ہے جو بھی اس پہ رنگِ حیا تیری حمد ہے
ہے بے نیازِ ماضی و فردا وحال تو — ہر لب پہ اس وجہ سے سدا تیری حمد ہے

اپنی خطاؤں پر جو پشیمان ہے طفیلؔ
اس کا یہ اعترافِ خطا تیری حمد ہے

رضوان لکھنؤ دسمبر ۸۵ء

چوتھی قسط
(گزشتہ سے پیوستہ)

لو آگئی منزل مدینے کی گلی آہا!

از۔ اُمِّ ہانی

خوشا قسمت مدینے کا سفر ہے — مدینہ مرکزِ قلب ونظر ہے
ملا سرکار سے اذنِ حضوری — زمانہ ہجر کا اب مختصر ہے
درونِ سینہ اک محشر ہے برپا — ہجومِ شوق ہے اور چشم تر ہے

بیت اللہ شریف کی تجلیاں دل ودماغ کی ظلمتوں کو خیرباد کہہ چکی تھیں حج جیسے عظیم فریضہ سے فراغت ہو چکی تھی اور اب کعبۃ اللہ زائرین سے مخاطب تھا کہ اے دیوانو! اب دیارِ حبیب ؐ کی حاضری کا وقتِ سعید آپہونچا ہے۔ اشک ندامت سے تیرا دامن بھرا ہوا ہے۔ ہدایت وکرم کے تمام در تیرے لئے وا ہیں۔ اب منزلِ محبوب کی برکتوں کے گہر ہائے گراں مایہ سے بھی اپنی جھولیاں بھر لو!

قلب اضطراب اور شوق کے عجیب وغریب عالم میں دھڑک رہا ہے ایک طرف دربارِ نبوی میں حاضری کا دل خوش کن خیال ہے تو دوسری طرف دامنِ داغ داغ اور کدورتِ باطن پر خوف وندامت آنسوؤں کا زادِ راہ ساتھ ہے۔ زبان ذکرِ حبیب کا ورد کرتی ہے اور ذہن میں اس پاک سرزمین کا مقدس فضاؤں کا تصور ہے۔ درود وصلوٰۃ کی صدائیں نشاط

رضوان لکھنؤ دسمبر ۸۵ء

روح کا سامان ہیں۔

مدینہ منورہ کے اس سفر کا آغاز بوقت شب ہوا۔ راستے کے خنک جھونکوں نے منزل مقصود پر ملنے والے لطف و کرم کے تحفے کی مسرت سے دل کو معمور کر دیا ہے۔ عشق کی قندیل کی لو اس قدر اونچی ہوئی کہ ماضی و حال سب یکساں نظر آنے لگے۔ محبوب خدا کے پاکیزہ دور نے تصور میں زندگی کا روپ دھار لیا تھا اور حضورؐ کے جاں نثار صحابۂ کرامؓ کے کردار مجسم ہو گئے تھے۔ آہ! ان عظیم ہستیوں کے مقابلہ میں ہم منہ سے اس پاک دربار کی حاضری کے لئے چلے گئے ہیں۔ مگر پھر سانسوں کی کشمکش کو اس خیال سے راحت نصیب ہوتی ہے کہ آج گمراہی و بدنصیبی غبار راہ بن چکی ہے اور نوازشوں اور سعادتوں کے سنگ میل سامنے ہیں۔

۲۰ ستمبر ۱۹۸۴ء مطابق ۲۵ ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ کی نورانی سحر طلوع ہو رہی ہے۔ یہ کم مایہ مدینہ منورہ کی سرزمین پر پہونچ ہی گئی۔ ؏

”صد شکر تیرے شہر کی صورت نظر آئی“

مطلع نور ہر سو نظر آنے لگا ہے ہجر کی گھڑیاں تمام ہوئیں۔ مسجد نبویؐ کی تہجد کی اذان سے مدینہ منورہ کی فضائیں زمزمہ بار میں شوق و دیدار کی بے تابیوں میں اور اضافہ ہو گیا رب کریم کا بے پایاں کرم ہے کہ اس نے اپنے محبوبؐ کے شہر میں اس بے بساط کو آنے کی توفیق عطا کی اور مدینۃ الرسول کے جلوؤں کی نظر کو سیراب کرنے کا سامان عطا کیا۔ اپنی خوش قسمتی پر جتنا بھی ناز ہو کم ہے۔ ان معطر و مقدس فضاؤں میں قلب کو کیسا سکون مل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد کائنات کے سب سے بڑے مہربان و کریم سائے ہیں آج ہم پناہ لینے آ پہونچے ہیں۔ یہ مدینۃ الرسولؐ ہے۔ یہ رحمۃ للعالمین کا مسکن ہے۔ یہ سرزمین امن و سکون، اطمینان و راحت، اور خیر و برکت کی سرزمین ہے اسکی مٹی میں شفا ہے۔

اے رب العالمین! آج اپنے محبوبؐ کی بستی کی اس پاک مٹی سے قلب و روح کے تمام امراض کو شفا بخش دے۔ باطن کی تمام کثافتوں کو دور کر دے۔ اے اللہ! یہ تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب شہر ہے اور تیرے حبیبؐ نے تیرے حکم سے اس کو حرم قرار دیا۔ اس میں میرے داخلے اور میری حاضری کو ہر قسم کے عذاب سے امان کا ذریعہ بنا۔ اے اللہ مجھے یہاں کی خاص برکتیں عطا فرما!

رضوان لکھنو دسمبر ۸۵ء

درود و سلام کا ورد کرتے ہوئے جب باب عثمانؓ سے، جو عورتوں کی مسجد نبویؐ میں داخلے کے لئے مخصوص ہے۔ حرم میں داخل ہوئے تو بجز دھڑکنوں کے ہدیے اور آنسوؤں کے نذرانے کے اور کیا تھا جو اللہ کے حبیبؐ کو پیش کرتے۔

جب بارگاہ رسالت میں سلام پیش کرنے کے لئے قدم بڑھائے تو جسم کا رواں رواں لرزنے لگا۔ آہ! زخموں سے چور چور قلب، دھند میں لپٹی ہوئی روح اور گناہوں سے بوجھل جسم لیکر اے حضورؐ آج ہم آپؐ کے روضۂ اطہر پر حاضر ہیں۔ آہ! کتنے نادم ہیں اللہ اور آپؐ کی نافرمانی کر کے آج ہم روضۂ مطہرہ اور منبر شریف کے درمیان سر جھکائے کھڑے ہیں جس مقام کے لئے آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ما بین قبری و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ۔ یعنی میری قبر اور منبر شریف کا درمیانی حصہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔

اللہ اللہ! لطف و کرم کی کیسی بارش ہے کہ یہ گنہگار وجود جنت کی کیاری میں آ پہونچا آج سوئی ہوئی قسمت بیدار ہو گئی ہے زہے نصیب اب اس سے بڑھ کر آپؐ کا کیا صدقہ ملے گا کہ آپؐ کے ایوان کے آس پاس ہم پتنگوں کے مانند منڈلا رہے ہیں۔ یہاں کی خاکروبی بھی شان سلطانی کی مقابلے میں بدرجہا بہتر ہے۔ اب روضۂ اطہر کی جالی سامنے ہے۔ سر جھکے ہوئے ہیں۔ احساس ندامت سے! پیشانیاں بھیگی ہوئی ہے عرق انفعال سے آوازیں شکستہ ہیں بداعمالیوں کے سبب! آنسوؤں کی فراوانی ہے۔ دل جذبات سے امڈا چلا آ رہا ہے۔

اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ پر درود و سلام ہو۔ اللہ رب العزت کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

سلام اس پر کہ نازاں جس پہ ہے تہذیب انسانی
سلام اس پر کہ دھرتی پر نہیں جس کا کوئی ثانی
سلام اس پر کہ جس کی ذات ٹھہری محسن آدم
سلام اس پر کہ فکر آدمیت جس کو تھی ہر دم
سلام اسؐ پر حسن زندگی جس نے سنوارا تھا
سلام اسؐ پر چہرہ زیست کا جس نے نکھارا تھا!

رضوان لکھنو دسمبر ۸۵ء

اے محبوبؐ خدا! آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام ٹھیک ٹھیک ہم تک پہونچا دیا۔ آج ہم اس پیغام ربّانی کی حفاظت کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اے اللہ کے رسولؐ! اللہ ذوالجلال والاکرام کے حکم پر آپؐ ہی ہم گنہ گاروں کی شفاعت فرمانے والے ہیں۔

تو منبع صدق و صفا　　تو چشمۂ جود و سخا
تو بیکسوں کا آسرا　　تو دست گیر بے نوا
تو ہے شفیعِ روز نبیں
اے رحمۃ اللعالمیں

یارسول اللہ آپؐ نے امت کی خیر میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور ہم اتنے کوتاہ اندیش ہیں کہ خود اپنی خیر نہیں مناتے۔ آپؐ نے انسانیت کو اخوت کے پیغام سے جلا بخشی مگر آج ہم نے اپنی بداعمالیوں سے سارا شیرازہ بکھیر دیا ہے ہم اللہ سے اپنے گناہوں کی توبہ کرتے ہیں اے محبوبؐ خدا! آپؐ بھی اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے استغفار فرمائیں کہ آپؐ تو اللہ کے مقرب بندے ہیں۔ آپؐ نے تو دشمنوں پر بھی احسان کیا۔ انھیں دعائیں دیں اور جانی دشمنوں تک کو معاف کر دیا۔ ہم غلام تو آپؐ کے امتی ہیں ہمیں اللہ کے بعد آپ ہی کا آسرا ہے۔

اے وجہہ کون و مکاں! آج یہ تیری امت باطن و ظاہر دونوں طرف سے ٹوٹ رہی ہے اللہ کے حضور استدعا کریں کہ ہمیں پھر سے جوڑ دے۔ ہم میں اتحاد پیدا کر دے اور آپؐ کا بہترین امتی بنا دے۔ اور آپؐ کی محبت کو ہمارے دل میں جاگزیں کر دے!

جذبۂ عشق نارسا، گلشن زیست بے ضیا
کس سے کہوں کہ کیا ہوا، درد بھی تم دوا بھی تم
زیست ہے ایک کشمکش، جس کا اثر یہیں نہیں
عقبیٰ کے رہنما بھی تم، رہبر ارتقا بھی تم!
جس کا نہ ہو کوئی انیس، اسکی مدد میں پیش پیش
ساز دل شکستہ کی، لے ہی نہیں نوا بھی تم!

بقیہ آئندہ

آسرا بس ہے ترا

تیرے دربار میں ہم روز یہ سر رکھتے ہیں
اور امید یہی شام و سحر رکھتے ہیں

آج پائیں گے اماں رنج و مصیبت سے ہم
کہ دعاؤں کی یہاں خوب سپر رکھتے ہیں

وقتِ پرسش یہی محشر میں کہیں گے رو کر
ہم ہیں بندے ترے، آگے ترے سر رکھتے ہیں

تو جو چاہے کرے حاضر ہیں، مگر تو ہے کریم
آسرا بس ترا ہر روز خطر رکھتے ہیں

اے نکیرین کرو تم تو نہ کچھ ہم پہ عذاب
ذکرِ احمدؐ سے زباں اپنی یہ تر رکھتے ہیں

کھتے ہی قبر ہو پھر ایسی کشادہ روشن!
روشنی جیسی یہاں مدِّ نظر رکھتے ہیں

ہم سے خوش جو خداوندِ جہاں اے بہ
خواہشِ خلد، نہ ہم نار سے ڈر رکھتے

●●

مخدومہ خیر النساء بہتر

مولانا عتیق احمد
استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

نادار مطلقہ کی مشکلات کا اسلامی حل

قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کے انتہائی ناقص مطالعہ کی بنا پر اچھے خاصے تعلیم یافتہ لوگ اس پروپیگنڈہ سے متاثر نظر آتے ہیں کہ اسلام نے نادار مطلقہ عورت کے گزر بسر کا کوئی قانونی انتظام نہیں کیا ہے اور اسلامی قانون کے مطابق نادار مطلقہ عورت کے لیے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں کہ در بدر ٹھوکریں کھائے اور بھیک مانگ کر اپنا پیٹ پالے، اسلامی قانون پر یہ الزام کچھ اسلام دشمن، اسلامی قانون سے ناواقف حلقوں کی طرف سے عاید کیا جاتا تو ہمیں زیادہ حیرت نہ ہوتی، لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ ملک کے انتہائی ذمہ دار حلقوں عدالتوں، وکلاء اور ججوں کی طرف سے بھی یہ بے سروپا بات اڑائی جا رہی ہے۔ جو شخص بھی تعصبات سے بلند ہو کر حقیقت پسندی کے ساتھ اسلامی قانون کا مطالعہ کرے گا یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوگا کہ نادار مطلقہ ہی نہیں بلکہ ہر طرح کے نادار، مفلوک الحال، معذور افراد کے گزر بسر کے لیے اسلام نے جتنا ہمہ گیر، عادلانہ قانون پیش کیا ہے اس کی نظیر کسی بھی مذہبی لامذہبی مجموعۂ قانون میں نہیں مل سکتی۔ فقہ اسلامی کے کتاب النفقہ، کتاب الحضانۃ، کتاب المیراث کا مطالعہ کرنے کے بعد ہمارے اس دعویٰ کی صداقت میں کوئی شبہ باقی

نہیں رہ سکتا۔

عورت ہندوستانی سماج میں

عورت کے بارے میں ہندو سماج اور ہندوستان میں یہ نظریہ کام کر رہا ہے کہ عورت نکاح کے بعد مکمل طور سے اپنے والدین، اعزہ اور اصل خاندان سے کٹ کر شوہر اور اس کے خاندان سے جڑ جاتی ہے اور اس کی قسمت ہمیشہ کے لیے شوہر سے وابستہ ہو جاتی ہے۔ اصل خاندان (والدین، بھائی، بہن، چچا، بھتیجے، بھانجے، خالہ، ماموں وغیرہ) یعنی خونی رشتہ رکھنے والے اعزہ واقارب پر نکاح کے بعد کا کوئی ادنیٰ حق نہیں ہوتا۔ وقتاً فوقتاً میکے سے اسے تھوڑا بہت جو ہدیہ اور تحفہ مل جاتا ہے وہ بھی والدین اور بھائیوں کا احسان ہے، نکاح کے بعد وہ کسی وقت اور کسی حال میں بھی اپنے خونی رشتہ رکھنے والے اقرباء کی جائداد، زمین اور کمائی میں ایک پیسہ کی بھی حقدار نہیں ہو سکتی۔ اسی ذہنیت کا نتیجہ ہے کہ زرعی زمینوں کی وراثت سے لڑکیوں کو قانوناً محروم کر دیا گیا ہے۔

اسی طرزِ فکر اور طرزِ عمل کا نتیجہ ہے کہ ہندو سماج میں عورت واقعتاً شادی کے بعد شوہر کے رحم وکرم پر ہو جاتی ہے۔ اگر خدانخواستہ شوہر نے اسے علاحدہ کر دیا تو وہ صبح وشام دو روٹی کی محتاج ہو جاتی ہے۔ خواہ اس کے والدین کتنے بڑے مالدار رہے ہوں اور کتنا ہی سرمایہ چھوڑ کر فوت ہوئے ہوں۔ اگر مطلقہ خاتون کے والدین زندہ ہوتے ہیں تب اسے اکثر والدین کے یہاں ٹھکانہ مل جاتا ہے، ورنہ بھائیوں اور خونی رشتہ داروں میں ایسے ہمدرد شاذ ونادر ہی ہوتے ہیں کہ جو اپنی نادار مطلقہ بہن یا عزیزہ کا نان ونفقہ برداشت کریں۔ ان حالات میں قانون ساز ادارہ مجبور ہوتا ہے کہ نادار مطلقہ عورت کے نان ونفقہ کی ذمہ داری کسی کے سر ڈالے، خواہ اس "جذبۂ ہمدردی" سے دوسرے پر ظلم ہو جائے۔

اسلامی قانون میں عورت کا درجہ

مذہب اسلام اور اسلامی قانون میں عورت کو جو بلند درجہ دیا گیا ہے اس کا

مقابلہ دنیا کا کوئی بھی نظام حیات اور قانون نہیں کر سکتا۔ اسلامی نقطۂ نظر سے نکاح ہو جانے کے باوجود عورت کا اپنے خاندان اور خونی رشتہ داروں سے رشتہ نہ ختم ہوتا ہے، نہ کمزور پڑتا ہے بلکہ نکاح کے بعد بھی وہ اپنے دادھیالی اور ننہالی خاندان کی ایک معزز رکن رہتی ہے اور اپنے اصل خاندان سے اس کا حقوق و فرائض دونوں کا رشتہ قائم رہتا ہے۔ خاندانی اعزا کی وفات کے بعد خاندان کے نرینہ افراد کی طرح عورتوں کو بھی میراث میں حصہ ملتا ہے ماں باپ کے ترکہ میں حقیقی بھائیوں کی طرح بہنوں کا بھی حصہ ہوتا ہے، صرف اتنا فرق ہوتا ہے کہ بھائی کا دو حصہ ہوتا ہے اور بہن کا ایک حصہ۔ یہ فرق بھی اس بنا پر ہے کہ شادی کے نتیجہ میں عموماً اس کے اور اس کے بال بچوں کا پورا انتظام ہو جاتا ہے۔ شوہر ان سب کا تکفل کرتا ہے۔ شوہر کے مال میں اس کا اچھا خاصہ حق ہو جاتا ہے۔ اس کے برخلاف اس کے بھائی کی قسمت ماں باپ ہی کے ترکہ سے وابستہ ہوتی ہے۔ اسے اپنی بیوی بچوں کے اخراجات کا بھی متکفل ہونا پڑتا ہے۔

اسلام نے میراث کے جو قوانین مقرر کیے ہیں انھیں جاری کرنے کی صورت میں اس کی نوبت بہت ہی کم آئے گی کہ مطلقہ عورت عدت گزارنے کے بعد بالکل ہی نادار و مفلوک الحال ہو اور تنہا اپنی ذات کا بھی خرچ برداشت نہ کر سکے۔ لیکن اگر ایسی صورت حال پیش آتی ہے تو اس کا بھی مکمل حل اسلامی قانون نے پیش کر دیا ہے۔ اسلام اس امتیاز کا قائل نہیں ہے کہ نادار و معذور مرد کو تو آبائی خاندان کا فرد قرار دے کر اس کے اخراجات افراد خاندان پر عائد کیے جائیں اور عورت کو نکاح کے بعد خاندان سے اس طرح باہر کر دیا جائے کہ اب کسی حال میں بھی اس کا نان و نفقہ خونی رشتہ داروں پر عائد نہ کیا جا سکے۔ ایک ہی ماں باپ سے پیدا ہونے والے دو انسانوں (بھائی بہن) کے یکساں معاملہ میں الگ الگ برتاؤ کی اس کے سوا کیا توجیہہ کی جا سکتی ہے کہ ابھی ہمارے ہندستانی سماج میں عورت کو وہ مقام نہیں دیا جا رہا ہے جس کی وہ مستحق ہے۔

نادار مطلقہ کا مسئلہ

اسلام نکاح کے بعد بھی عورت کو اس کے آبائی

رضوان لکھنؤ دسمبر ۸۵ء

خاندان کا ایک معزز فرد قرار دیتا ہے۔ اور عورت پر کمانے کی ذمہ داری نہیں ڈالتا۔ عورت اپنے طور پر کچھ کما لے یا کوئی جائز ذریعہ معاش پیدا کر لے تو یہ اور بات ہے۔ اسلامی قانون کے مطابق مطلقہ عورت عدت گزارنے کے بعد اپنے اصل خاندان میں لوٹ آئے گی اور اس کے خونی رشتہ داروں کو اس کا نان و نفقہ برداشت کرنا ہوگا۔ جس طرح اس کے بھائی کے معذور ہونے کی صورت میں اس کا نان و نفقہ خاندان کے افراد برداشت کرتے۔ آٹھویں صدی ہجری کے مشہور حنفی فقیہ و محقق ابن ہمامؒ لکھتے ہیں:

"باپ پر اس کی لڑکیوں کا نفقہ اس وقت تک لازم ہے جب تک ان کی شادی نہ ہو جائے، بہ شرطیکہ لڑکیوں کے پاس مال نہ ہو، باپ کو انھیں کسی کام یا خدمت میں لگانے کا حق نہیں اور جب لڑکی کی طلاق ہو جائے اور اس کی عدت پوری ہو جائے تو اس کا نفقہ دوبارہ باپ کے ذمہ عائد ہوگا۔"
(فتح القدیر ص ۳۴۴ ج ۳)

چھٹی صدی کے بلند پایہ فقیہ قاضی خاں لکھتے ہیں:

"اگر چھوٹی اولاد کی ماں کو طلاق ہو جائے اور وہ نفقہ کی ضرورت مند ہو تو اسے اپنے اولاد کی کمائی سے کھانے کا حق ہے خواہ اولاد چھوٹی ہو یا بڑی۔" (فتاویٰ قاضی خاں جلد اوّل)

نادار مطلقہ کے نان و نفقہ کی ذمہ داری اس کے کن اعزہ و اقربا پر کتنی کتنی اور کس ترتیب سے آئے گی اس کی تفصیل فقہ کی کسی بھی اہم کتاب کے کتاب النفقہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ شامی، عالمگیری، البحر الرائق، بدائع الصنائع وغیرہ میں ان مسائل کی بڑی تفصیل موجود ہے۔ ہم یہاں اس سلسلے میں چند بنیادی باتیں ذکر کرتے ہیں۔

نان نفقہ کے متعلق چند بنیادی باتیں

(۱) مطلقہ عورت کے اگر اولاد ہوں، خواہ وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں۔ تو سب سے پہلے انھیں کی قانونی ذمہ داری ہے کہ اپنی ماں کے اخراجات برداشت کریں۔ اگر سب کے سب خوشحال ہیں تو سب لڑکے لڑکیاں برابر برابر اس کا نان و نفقہ مہیا کریں ورنہ ان میں جو بھی نان و نفقہ ادا کرنے کی پوزیشن میں ہوگا اسے یہ فریضہ انجام دینا پڑے گا۔ (بدائع الصنائع جلد ۴ صفحہ ۳۲)

رضوان لکھنؤ دسمبر ۸۵ء

۳۳۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۵۶۶، شامی جلد ۲ صفحہ ۶۲۴، کتاب النفقات صفحہ ۸۵)

مثلاً شاہ بانو والے کیس میں شاہ بانو کے باثروت لڑکوں کی ذمہ داری تھی کہ اپنی ماں کے اخراجات برداشت کرتے۔ اس سلسلہ میں فقہا ایک مسئلہ لکھتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فقہ اسلامی میں عورت کو کتنی عزت اور کتنا بلند مقام دیا گیا ہے۔ اگر ایک شخص کے ماں باپ دونوں نادار اور مفلوک الحال ہیں اور وہ شخص ان دونوں میں سے کسی ایک ہی کے اخراجات برداشت کر سکتا ہے تو ماں کو ترجیح ہوگی، لڑکا اسی کی کفالت کرے گا اور باپ کی کفالت کی ذمہ داری دوسرے قریبی رشتہ داروں پر عائد ہوگی۔ (شامی جلد ۲ صفحہ ۶۱۶، عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۵۶۵)

(۲) مطلقہ کے اگر اولاد نہ ہو یا سب بالکل نادار و مفلوک الحال ہوں تو اس کے باپ کے سر ذمہ داری آتی ہے کہ وہ اپنی مطلقہ بیٹی کے نان و نفقہ کا بار سنبھالے۔ باپ پر مالدار ہونے ہی کی صورت میں یہ ذمہ داری عائد نہیں ہوتی، بلکہ اگر وہ غریب بھی ہو لیکن کمانے کی سکت رکھتا ہو تو بھی اسے یہ فریضہ ادا کرنا ہوگا، ہاں اگر وہ جسمانی یا دماغی طور پر معذور ہو تو یہ ذمہ داری مطلقہ کے دوسرے رشتہ داروں کو سنبھالنی ہوگی، اولاد اور والدین کا رشتہ اسلام کی نظر میں اتنا پائیدار اور لازوال ہے کہ اختلافِ مذہب کے باوجود کمزور نہیں پڑتا، نادار مطلقہ کا باپ یا اولاد اگر کسی دوسرے مذہب کے ہوں تو بھی انھیں مطلقہ عورت کا نان و نفقہ ادا کرنا ہوگا۔

(فتاویٰ عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۵۶۲ تا ۵۶۸، شامی جلد ۲ صفحہ ۶۲۳ تا ۶۲۵، کتاب النفقات صفحہ ۸۲)

(۳) مطلقہ عورت کے اگر اولاد نہ ہو اور نہ والد یا سب مفلوک الحال اور نادار ہوں تو اس کے نان و نفقہ کی ذمہ داری دوسرے قریبی اعزہ پر ہوگی۔ نفقہ کی ذمہ داری اصولی طور پر تین قسم کے اعزہ پر عائد ہو سکتی ہے۔ (۱) اصول یعنی باپ، دادا، دادی، ماں، نانا، نانی وغیرہ (۲) فروع یعنی بیٹا، پوتا، بیٹی، نواسی وغیرہ (۳) ایسے خونی رشتہ دار جن سے نکاح کرنا حرام ہے۔

نفقہ کن اقرباء کے ذمہ لازم ہے؟

اولاد اور باپ کے بعد جن اقرباء پر نان و نفقہ کی ذمہ داری آتی ہے ان کی فہرست خاصی طویل ہے ہم یہاں چند کا ذکر کرتے ہیں (۱) ماں (۲) دادا (۳) دادی (۴) نانا (۵) نانی (۶) بھائی (۷) بہن (۸) چچا

(۹) پھوپھی (۱۰) خالہ (۱۱) ماموں (۱۲) پوتا (۱۳) پوتی (۱۴) نواسہ (۱۵) نواسی (۱۶) بھتیجا (۱۷) بھتیجی (۱۸) بھانجا (۱۹) بھانجی وغیرہ۔

اولاد اور والد کے علاوہ مطلقہ عورت کے دوسرے رشتہ داروں میں اگر ایک ہی شخص خوشحال ہے تو اسی کو نان و نفقہ دینا پڑے گا۔ اور اگر متعدد رشتہ دار ہیں اور سب خوش حال ہیں تو کبھی تو رشتہ کی نزدیکی دوری دیکھ کر فیصلہ کیا جاتا ہے اور کبھی اس بات کو مد نظر رکھ کر ذمہ داری تقسیم کی جاتی ہے کہ اگر بالفرض یہ مطلقہ عورت مال چھوڑ کر فوت ہو جائے تو اس کے ترکہ میں کس رشتہ دار کا کتنا حصہ ہوگا۔ اسی تناسب سے ان رشتہ داروں پر نفقہ عائد کیا جاتا ہے۔ نفقہ کا وجود ہمیشہ حقِ میراث سے وابستہ نہیں ہوتا لیکن بہت سی صورتوں میں اس پر میراث کے مسائل اثر انداز ہوتے ہیں اس لیے یہ کہنا بڑی حد تک درست ہے کہ میراث اور نفقہ کے مسائل میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ لہٰذا اسلام کا قانونِ نفقہ سمجھنے کے لیے قانون میراث سے واقف ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اسلامی قوانین میں نادار مطلقہ عورتوں بلکہ تمام نادار اور معذور انسانوں کے گذر بسر، نان و نفقہ کا اتنا مکمل، ہمہ گیر، منصفانہ قانون موجود ہے جس سے زیادہ ہمہ گیر، عادلانہ قانون کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ آپ نے اوپر ذکر کردہ اشارات سے اندازہ لگایا ہوگا کہ اسلام نے نادار مطلقہ اور دوسری نادار عورتوں کا نان و نفقہ کا دائرہ کتنا وسیع کیا ہے۔ اسلام کے اس قانونِ نفقہ پر عمل کیا جائے تو نادار مطلقہ عورت کا مسئلہ بڑی خوبصورتی اور آسانی سے حل ہو سکتا ہے۔ شاید لاکھوں میں دو ایک ہی ایسی نادار مطلقہ عورت ملے جس کا کوئی ایسا عزیز نہ ہو جس پر قانون شریعت کی رو سے اس کا نان و نفقہ عائد کیا جا سکے۔ لاکھوں میں دو ایک جو اس قسم کے کیس ہوں گے ان کے متعلق فیصلہ ہے کہ حکومت کا بیت المال (خزانہ) اس کے اخراجات برداشت کرے۔ اگر سرکاری خزانہ سے ملنے کی کوئی صورت نہ ہو تو اس مقام کے مسلم باشندوں کی اجتماعی ذمہ داری ہے کہ اس کے نان و نفقہ کا انتظام کریں۔

اسلامی قانون میں عورت کی ممتاز حیثیت

یہاں اس سلسلہ کی ایک اہم بات کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اسلامی قانون میں

عورت کی یہ حیثیت تسلیم کر لی گئی ہے کہ کسی حال میں اسے کمانے اور محنت و مزدوری یا ملازمت پر مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے لہذا لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد اگر اس کی شادی نہیں ہو سکی ہے یا طلاق ہو جانے کی وجہ سے بے سہارا ہو گئی ہے تو نادار ہونے کی صورت میں اس کا نان و نفقہ خونی رشتہ رکھنے والے اقرباء کے ذمہ عائد ہوگا اور اس لڑکی یا عورت سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تندرست ہو، ہنر مند ہو لہذا کما کر یا ملازمت کر کے اپنے اخراجات پورے کرو۔ اس کے برخلاف بالغ ہونے کے بعد لڑکے کی ذمہ داری والدین یا دوسرے اعزہ کے سر نہیں ڈالی جا سکتی، سوائے اس کے کہ وہ نادار ہونے کے ساتھ ساتھ دماغی یا جسمانی اعتبار سے معذور ہو اور کمانے اور محنت مزدوری کرنے پر قادر نہ ہو۔

(فتح القدیر جلد ۳ صفحہ ۳۴۴، البحر الرائق جلد ۴ صفحہ ۲۲۸، شامی جلد ۳ صفحہ ۶۱۴)

ذرا انصاف کیجئے

ذرا انصاف کیجئے کہ اسلام نے کتنا ہمہ گیر اور وسیع تر انتظام نادار اور مفلوک الحال عورتوں کے نان و نفقہ کا کیا۔ اور اس میں کیا کیا رعایتیں صنف نازک کے لیے ملحوظ رکھیں۔ پھر بھی یہی اعتراض بار بار دہرایا جا رہا ہے کہ اسلام نے عورتوں کا مقام گرایا ہے اور نادار مطلقہ کی مشکلات کا کوئی حل پیش نہیں کیا۔ اگر تعصب کی عینک اتار کر دیکھا جائے تو اس اعتراف کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ اسلام کے قانون نفقہ کے مقابلہ میں قانونِ فوجداری کی دفعہ ۱۲۵ بازیچۂ اطفال معلوم ہوتی ہے جس میں نفقۂ مطلقہ کے تعلق سے نہ کوئی معقولیت ہے نہ ہمہ گیری۔ دفعہ ۱۲۵ مطلقہ کی مشکلات کا حل کرنے میں دو قدم بھی نہیں چلتی بلکہ پہلے ہی قدم پر جواب دے دیتی ہے۔

کیا دفعہ ۱۲۵ سے نادار مطلقہ کی مشکلات حل ہوتی ہیں؟

اولاد، والدین اور عزیز و اقارب پر نادار مطلقہ کے نان و نفقہ کی ذمہ داری عائد کرنے کے بجائے طلاق دینے والا شوہر پر یہ ذمہ داری عائد کرنے سے مطلقہ کے "جذبۂ انتقام" کو کچھ

تسکین شاید ہو جائے لیکن اس کا مسئلہ بالکل حل نہیں ہوتا، کیونکہ طلاق دینے والے شوہر میں عموماً اپنی سابقہ بیوی کے لیے اتنا بھی جذبۂ ہمدردی نہیں ہوتا جتنا ایک بالکل غیر متعلق اجنبی میں ہوتا ہے۔ لہذا وہ اس کے نفقہ کی ذمہ داری سے ہر قیمت پر بچنا چاہے گا خصوصاً جب کہ اسے یہ معلوم ہے کہ اب نان و نفقہ ادا کرنا میری مذہبی ذمہ داری نہیں۔ اس صورت میں ایسے ہر کیس میں مطلقہ عورت کو عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑے گا جو عموماً نادار انسان کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف اگر قانونی طور پر بھی عملاً شریعت کے قانونِ نفقہ کو مسلمانوں پر نافذ کر دیا گیا تو عدالت میں جانے کی ضرورت کم پڑے گی کیونکہ خونی رشتہ داروں میں خواتین کے لیے جذبۂ ہمدردی فطری طور پر ہوتا ہے اور طلاق کے سانحہ کے بعد ہمدردی میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے تو اگر انھیں یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی نگہداشت اور نان و نفقہ ادا کرنا شرعی ذمہ داری بھی ہو گئی ہے تو اقرباء بڑی خوشی اور ہمدردی سے اس کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ عدالت میں جانے کی نوبت ہی نہیں آئے گی نیز نان و نفقہ کی ذمہ داری عائد ہونے کے بعد وہ لوگ مطلقہ کا مناسب رشتہ تلاش کرنے کی پوری جد و جہد کریں گے اور جلد از جلد اس کے نکاح کی تدبیر کریں گے، اس کے برخلاف سابق شوہر پر ذمہ داری عائد کرنے کی صورت میں اگر عدالت نے کوئی معقول رقم مثلاً چار سو پانچ سو دلانے کا فیصلہ کر دیا تو ایسے سنگ دل رشتہ دار بھی ہو سکتے ہیں جو چار پانچ سو روپے ماہانہ آمدنی باقی رکھنے کی لالچ میں اس بات کی کوشش کریں کہ اس کا کہیں نکاح نہ ہو سکے ورنہ ہماری یہ ماہانہ آمدنی موقوف ہو جائے گی

طرفہ تماشہ

طرفہ تماشہ یہ ہے کہ شریعت ایپلی کیشن ایکٹ ۱۹۳۷ء کے تحت جن معاملات میں مسلمانوں کے باہمی مقدمات میں "قانونِ شرع محمدی" کے مطابق فیصلہ کرنا ضروری ہے ان میں نفقہ بھی شامل ہے، دوسرے الفاظ میں اسلام کا قانون نفقہ ہندستانی مسلمانوں کے حق میں قانوناً نافذ ہے لیکن ہمارے سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سپریم کورٹ کے

جسٹس صاحبان تک کو اسلامی قانون نفقہ کے بارے میں صحیح معلومات نہیں ہے۔ اب واقعی صورت حال یہ ہوئی کہ مسلمان نادار مطلقہ عورت ہندستانی قانون کی رو سے بیک وقت دو نان ونفقہ وصول کرسکتی ہے۔ ایک شریعت ایپلی کیشن ایکٹ ۱۹۳۷ء کے تحت اپنے رشتہ داروں سے، دوسرا قانون فوجداری دفعہ ۱۲۵ کے تحت طلاق دینے والے شوہر سے۔ گویا اسے دوہرا نان ونفقہ وصول کرنے کا حق ہے۔

نادار مطلقہ کے مسئلہ کا ایک اور اسلامی حل

آئیے ایک دوسرے زاویۂ نظر سے اسلامی قوانین کی روشنی میں مطلقہ عورت کے مسئلہ کو دیکھیں۔ مطلقہ عورتیں تین طرح کی ہوتی ہیں (۱) جنھیں نکاح کے بعد رخصتی (خلوت صحیحہ) سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو، ایسی مطلقہ عورتوں کے مسئلہ میں زیادہ پیچیدگی نہیں ہوتی۔ ان کا نکاح آسانی کے ساتھ کسی دوسری جگہ ہوسکتا ہے۔ جب تک نکاح نہ ہو اس وقت تک ان کا گزربسر اسی گھر میں بہ آسانی ہوسکتا ہے جس میں بچپن سے اب تک ہورہا تھا۔

(۲) جس عورت کو شوہر کے ساتھ ایک مدت تک رہنے کے بعد طلاق دی گئی ہے اور اس کے ساتھ شیرخوار یا چھوٹے بچے بچیاں ہیں، عدت گزرنے کے بعد اس مطلقہ عورت کے گزربسر کا شریعت نے ایک اور انتظام کیا ہے۔ اس کا یہ قانونی حق ہے کہ لڑکے کو سات برس کی عمر تک اور لڑکی کو بالغ ہونے تک اپنے پاس رکھ کر اس کی پرورش کرے۔ اس پوری مدت میں خواہ نادار ہو یا خوش حال اپنے سابق شوہر سے تین طرح کا حق وصول کرنے کی مجاز ہے۔ (۱) بچے بچی کی دوا، کپڑے اور دوسری ضروریات کے لیے ماہانہ خرچ (۲) شیرخوار کے زمانہ میں دودھ پلانے کی اجرت (۳) پوری مدت میں پرورش کرنے کی مناسب اجرت۔ عورت کے پاس رہائش گاہ نہ ہو تو سابق شوہر سے رہائش گاہ کے لیے مکان یا مکان کا کرایہ لینے کی حق دار ہے۔ بعض حالات میں سادہ عورت زیر پرورش بچوں کی خدمت کے لیے خادم کا مطالبہ بھی کرسکتی ہے۔

(۳) جس عورت کو شوہر کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کے بعد طلاق دی گئی ہو اور اس کے

پاس قابل پرورش اولاد نہ ہو — یہ مطلقہ عورت اگر نادار ہو تو اس کے نفقہ کی ذمہ داری والدین اور اعزہ واقارب پر ڈالی گئی ہے جس کی تفصیل آپ اس مضمون میں پڑھ چکے ہیں۔

(ھدایہ، شامی، عالمگیری، بدائع الصنائع، البحرالرائق، فتح القدیر، فتاوی قاضی خاں، امام خصافؒ کی کتاب النفقات اور ابن عابدین شامی کی "تحریر النقول فی نفقۃ الاصول والفروع" کی روشنی میں یہ مضمون مرتب کیا گیا ہے۔)

ایک اہم اور ضروری اطلاع

دفتر ماہنامہ "رضوان" اپنی پرانی جگہ ۳۷ گوئن روڈ سے منتقل ہوکر گوئن روڈ پر ہی واقع محمد علی لین میں آگیا ہے۔ براہ کرم اب مندرجہ ذیل پتہ پر جملہ خط وکتابت اور ترسیل زر فرمائیں۔

دفتر ماہنامہ **رضوان**

۵۴/۱۷۳ محمد علی لین، گوئن روڈ لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸

[illegible] پرنٹر پبلشر [illegible] پریس لکھنؤ سے چھپوا کر [illegible] گوئن روڈ لکھنؤ

نعت

نبیؐ کی ذاتِ پاک سے بنائے کائنات ہے
انھیں سے عرش و فرش کے نظام کو ثبات ہے

ضیا فشانِ زندگی جو شاہِ دیں کی ذات ہے
زمیں و آسماں پہ اب حیات ہی حیات ہے

انھیں سے ماہ و سال کا ہے سلسلہ جہان میں
انھیں سے صبح و شام ہے انھیں سے دن ہے رات ہے

حبیبِ حق کے حسن کی جگہ جگہ ہیں رونقیں
حسین یہ زمین ہے وہ عرش باثبات ہے

ازل سے تا ابد انھیں کا اسمِ پاک جاوداں
انھیں سے زندگی ہے یہ انھیں سے کائنات ہے

رسولؐ ہاشمی کا نام ہے کلامِ پاک میں
خدا کا جو پیام ہے وہی نبیؐ کی بات ہے

اسی کی بات لب پہ ہو اسی کی یاد دل میں ہو
گناہ گار کو یہی وسیلۂ نجات ہے

نہیں ہے نورؔ فکر کچھ حسابِ روزِ حشر کی
حبیبِ حق کی مجھ پہ اب نگاہِ التفات ہے

محمد عتیق نورؔ

گھر اور خاندان کو تباہ کرنے کی سازش

• محترمہ مریم جمیلہ

آج کوئی بھی ملک مسلم پردے کے خلاف خطرناک پروپگنڈا سے آزاد نہیں ہے پردے کو رجعت پسندی اور جہالت قرار دیا گیا ہے۔ اور اس بات پر زور دیا جارہا ہے کہ ہماری معاشی اور سماجی ترقی کے لیے آزادئ نسواں ضروری ہے۔ اگر ہم مسلمان ہونے کا دعوا کرتے ہیں تو کیا یہ ہمارا فرض نہیں ہے کہ ہم یہ جانیں کہ ہمارا مذہب اس موضوع پر کیا درس دے رہا ہے۔

جہاں تک مساوات نسواں کے تصور کا تعلق ہے سورۂ نسار کی آیت ۳۴ میں حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ مرد عورتوں کے نگراں ہیں کیوں کہ خدا نے سابقہ (عورتوں) کو آخر (مردوں) پر سبقت دی ہے۔ اور کیوں کہ وہ (مرد) اپنی املاک کا تصرف عورتوں کی مدد کے لیے کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی مسلم عورت کا یہ طریق کار نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ اپنی روزی خود کمائے تاوقتیکہ اس کے پاس کوئی ملکیت نہ ہو یا اس کا خاوند طلاق یا موت کے ذریعے جدا نہ ہو چکا ہو۔ یا اس کی روزی کے لیے اس کا کوئی مرد رشتے دار نہ ہو۔

قرآن پاک ہمیں بتاتا ہے کہ خاوند عورت کا آقا بھی ہے اور رفیق بھی۔ اس کا (مرد کا) فرض ہے کہ عورت کے ساتھ انصاف محبت اور مہربانی کا برتاؤ کرے اور اس کے بدلے عورت کو وفادار اور فرماں بردار رہنا چاہیئے۔ قرآن پاک نے شوہر کو بیوی سے ایک درجہ اوپر دیا ہے اور بیوی کو شوہر کے ظلم کے نشانہ بننے کے لیے نہیں بلکہ افزائش نسل اور خاندان کی برقراری کے لیے تشکیل کیا ہے۔

ان خاندانوں میں جہاں بیوی معاشی طور پر خود کفیل ہوتی ہے شوہر کی خود بخود خاندان کی سربراہی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں ماں کا اقتدار ہوتا ہے بچوں میں باپ کے لیے احترام کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے۔

سورۂ نور کی آیت ۳۰ اور ۳۱ میں مسلم مردوں کو ممانعت ہے کہ وہ اجنبی عورتوں پر نگاہ ڈالیں اور اسی طرح مسلمان عورتوں کو بھی مردوں کو نہ دیکھنے کی۔ اور مرد و زن دونوں کو یکساں تاکید ہے کہ اپنی نگاہ نیچی رکھیں۔ عورتوں کو چہرے پر نقاب ڈالے رہنا چاہیئے نیز اپنی خوب صورتی کی نمائش اپنے شوہروں اور قریبی رشتہ داروں کے علاوہ کسی غیر محرم شخص کے سامنے نہیں کرنی چاہیئے۔ اس آیت سے یہ مطلب بھی لیا جا سکتا ہے کہ چہرے پر غازہ نہیں ملنا چاہیئے یا ایسا لباس بھی زیب تن نہیں کرنا چاہیئے جو جنسی کشش کا باعث ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ اسماءؓ (حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بہن) نے ایسے کپڑے پہنے جس میں جسم کے حصے نمایاں نظر آتے تھے تو پیغمبر علیہ السلام نے ان کو سرزنش کی اور فرمایا کہ جب ایک عورت باہر جائے تو اس کے چہرہ، ہاتھ اور پاؤں کے علاوہ کوئی حصہ کھلا نہیں رہنا چاہیئے۔ سورۂ احزاب کی آیت ۵۵ میں خدائے تعالیٰ نے رسول کریمؐ کی بیویوں کو تنبیہ فرمائی کہ انہیں اپنے گھروں میں رہنا چاہیئے اور مسلمان عورتوں کو آرائشی لباس اور زیورات سے مزین ہو کر سیر و تفریح کو نہیں جانا چاہیئے۔ اور بر سرِ عام نہ تو ایسے کپڑے پہننے چاہئیں اور نہ ایسا عمل کرنا چاہیئے جس سے لوگوں کے لیے کشش کا باعث بنیں۔ وہ صرف محرم رشتہ داروں سے اور اپنے غلاموں کے ساتھ ہی آزادی سے بات چیت کر سکتی ہیں۔ اس سورہ کی آیت ۵۲ میں مومنوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی ازواج مطہرات کا لازمی ادب ملحوظ رکھا جائے اور ان سے پردے کی آڑ میں سے کوئی بات کی جائے۔ آیت ۵۹ میں حکم ہے کہ جب مسلمان عورتوں کو باہر نکلنا ضروری ہو تو انہیں چادر سے اپنے پورے جسم کو ڈھک لینا چاہیئے۔ تاکہ وہ نیک مومنات معلوم ہوں۔ اور کوئی ان کو نہ چھیڑ سکے۔

حدیث کی رو سے مسلمان عورت کو ممانعت کی گئی ہے کہ وہ اپنے شوہر کے علاوہ کسی مرد یا غیر محرم کے ساتھ تنہا نہ رہے اور کوئی لمبا سفر بھی تنہا بغیر کسی مرد رشتہ دار کی رفاقت کے نہ اختیار کرے۔ جبکہ معتبر احادیث کی رو سے مسلمان عورتوں کو مسجدوں میں عام لوگوں کے ساتھ نماز

ادا کرنے سے روکا گیا ہے اور انہیں تاکید کی گئی ہے کہ تنہائی میں اپنے کمروں میں نمازیں ادا کریں جو خدا تعالیٰ کو بہت پسند ہے تو ایک مسلمان یہ کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ مسلمان عورتیں بحیثیت سکریٹری، بینک کلرک، ایر ہوسٹس، ہوٹلوں میں خادماؤں (ویٹرس) فرموں میں ماڈلوں اور ریڈیو، ٹیلی ویژن اور فلموں میں موسیقار رضافہ رقاصہ اور ایکٹرس کی حیثیت سے کام کریں۔ سورۂ نور (۱ — ۲۴ آیت تک) میں ان لوگوں کے لیے اس دنیا و آخرت میں بھی سخت سزا کی تہدید دی گئی ہے جو شادی کے علاوہ جنسی تعلقات رکھتے ہیں۔ پردے کی تاکید میں قرآن کریم اور حدیث شریف کے مذکورہ بالا احکام سے بڑھ کر کیا ناقابل انکار شہادت ہو سکتی ہے۔

اسلامی احکام کی جو پابندیاں مسلمان عورتوں پر عائد کرتے ہیں ان کا خالصتاً مقصد ان ہی کی بہتری کے لیے ہے تاکہ مرد ان سے ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ اسلام بداخلاقی کی نہ صرف مذمت کرتا ہے بلکہ مومنوں کو ان طریقوں سے بھی روکتا ہے جو بد اخلاقی کی طرف لے جانے والے ہیں۔

عورتوں کی آزادی کی تحریک کے اولین حامی مارکس اور اینجلیس کمیونزم کے بانی ہی تھے جنہوں نے کمیونسٹ مینوفیسٹو ۱۸۴۸ء میں اس خیال کی تبلیغ کی تھی کہ شادی گھر اور خاندان ایک لعنت ہیں جنہوں نے عورت کو ہمیشہ کے لیے غلام بنا رکھا ہے اس لیے انہوں نے اس نظریہ کی ترویج کی کہ عورتوں کو خانگی غلامی سے آزادی ملنی چاہیئے اور کارخانوں میں پورے وقت کام کر کے معاشی طور پر خود کفیل بننا چاہیئے تحریک نسواں کے موجودہ حامیوں کا خیال ہے کہ عورتوں کو اسی قدر جنسی آزادی ملنی چاہیئے جو مردوں کو ہے اور مشترکہ تعلیم، مردوں کے ساتھ ملازمت اشتراک سوشل تقریبات میں شرکت کے مواقع ملنا چاہیئے۔ شادی سے پہلے نیم عریاں حالت میں کورٹ شپ، مانع حمل ذرائع استعمال کر کے اختیار کرنا چاہیئے۔ اسقاط حمل کو جائز رکھنا چاہیئے تاکہ ناخواستہ حمل سے گریز کیا جا سکے۔ گورنمنٹ کے زیر نگرانی بچوں (جن میں سے بہت سے ناجائز ہوں گے) کی پرورش و پرداخت کے لیے نرسری اور بورڈنگ اسکول قائم ہونا چاہیئے۔ مختصراً عورتوں کے حقوق کا جدید ترین تخیل مندرجہ بالا امور پر مشتمل ہے۔

آزادیٔ نسواں کا جو پروپگنڈا اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور سینما کے ذرائع سے

کیا جاتا ہے اس میں عورت کی ماں اور بیوی کی حیثیت نظر انداز کر دی جاتی ہے اور عورتوں کا وجود جو اپنے گھر چلانے اور بچوں کی پرورش میں وقت صرف کرتی ہیں) نا قابل معافی گناہ بتایا جاتا ہے انہیں قوم کی نصف انسانی قوت کو بے کار مشاغل میں صرف کرنے اور معاشی نقصان کا موجب بتایا جاتا ہے۔ آزادی نسواں کے یہ حامی زور دیتے ہیں کہ ہر لڑکی کو اسکول و کالج میں اس طرح تربیت دینا چاہیئے کہ وہ دفتر اور فیکٹری میں مرد کا مقابلہ کر سکے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی ادعا کرتے ہیں کہ آزاد عورت کا پہلا فرض اپنے گھر کی دیکھ بھال ہے دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے کہ جدید خاتون کو دوہرا بوجھ اٹھانا چاہیئے پورا وقت گھر سے باہر رہ کر نوکری کر کے اپنی روزی کمانے کے علاوہ اس کو اپنے شوہر اور بچوں کے متعلق بھی تمام فرائض کو کما حقہ انجام دینے اور گھر کی تنہا نگہداشت کرنے کی ذمہ داری کو بھی نبھانا چاہیئے۔ ایک خاتون کے لیے یہ سب کام انجام دینا تقریباً ناممکن ہے۔ کیا یہ انصاف ہے؟

مغربی قوانین سے مطابقت رکھنے کے لیے جو نئے خاندانی قوانین مسلم ممالک میں نافذ کیے گئے ہیں کیا ان سے عورت کے درجہ میں اصلاح پیدا ہوئی ہے۔ ان قوانین کی رو سے ایک کم سے کم عمر شادی کے لیے مقرر کی گئی ہے۔ لیکن ان لڑکے اور لڑکیوں میں ناجائز تعلقات کو روکنے کے لیے اس قانون کی رو سے کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی ہے مسلم ممالک میں سے زیادہ تر قرآن اور سنت کی تعلیمات کے برعکس کثرت ازدواج پر پابندیاں لگائی جا رہی ہیں۔ اور اس کی بالکل ممانعت کر دی گئی ہے جدت پسندوں نے کہیں اس مسئلہ پر غور بھی نہیں کیا ہے کہ ایک عورت کے لیے یہ بہتر ہے کہ وہ اپنے شوہر کی محبت میں دوسری عورت کو بھی شریک کر لے اور اس کے بچوں کو بھی باپ کا پیار اور نگہداشت مل سکے۔ بجائے اس کے کہ اس کا شوہر کسی عورت سے ناجائز تعلقات رکھے۔ ان نئے ملک کے قانون کی رو سے اسے دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں ہے جب تک کہ وہ پہلی بیوی کو طلاق نہ دے اور اس کو اور مع اس کے بچوں کے گھر سے نکال نہ دے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ وہ عورت جس کے اپنے شوہر کے ساتھ اچھے تعلقات نہیں رہ سکتے، خاموشی سے اپنے شوہر سے طلاق لے لے تاکہ بدقسمت زن و شوہر سکون سے ایک دوسرے سے علاحدہ ہو سکیں یا یہ کہ ان کے مقدمہ کا فیصلہ ایک عدالت میں ہو اور شوہر شادی کے بندھن سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اپنی بیوی پر

رضوان لکھنؤ دسمبر ۸۵ء

غیر اخلاقی عمل کا جھوٹا الزام عائد کرنے پر مجبور ہو تاکہ عدالت کو طلاق کی ضرورت کا قائل کیا جا سکے جس کے نتیجہ میں پبلک میں رسوائی ہو اور غریب عورت کی شہرت ہمیشہ کے لیے داغدار ہو کر اس کی زندگی برباد ہو جائے۔

دراصل آزادی نسواں کے حامی مطلقہ خاتون کی ذاتی خوشی اور بہبودی میں قطعی دلچسپی نہیں رکھتے۔ مسلمانوں کو اس تحریک کو اس کے اصلی رنگ و روپ میں سمجھنا چاہیئے۔ یہ ہے کہ ایک ناپاک سازش گھر اور خاندان کو برباد کرنے کی جس کے نتیجہ میں ہماری پوری سوسائٹی بھی تباہ ہو جائے گی۔ حقوق نسواں آزادی اور ترقی کے خوشنما نعرے صرف ایک پردہ ہے جو اصلی مقصد کو چھپائے ہوئے ہیں۔ ایک مرتبہ عورت گھر کو چھوڑ دیتی ہے تو کوئی گھر نہیں رہتا اور آزادی نسواں کی تحریک سے یہاں وہی مہلک نتائج نکلیں گے جو اور جگہ نکلے ہیں۔ ناجائز جنسی تعلقات اس درجہ گرے ہوئے ہیں کہ جو جنگلی جانوروں کو بھی شرمائیں، جس کا لازمی نتیجہ گھر اور خاندان ہی نہیں، بلکہ ہمارے سماج کے پورے اخلاقی ڈھانچہ کی بربادی ہو گا۔ بچوں کے جرائم کی وبا اس کا لازمی پیداوار ہو گئی۔۔ ماضی کی تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی بداخلاقی اور گناہ کا دور دورہ ہوا ہے تو کوئی سوسائٹی زندہ نہیں رہی۔

ٹیلیگرام "خمیرہ"
فون آفس 82803
رہائش 83429
خمیرہ حقہ تمباکو
مینوفیکچرس اینڈ ایکسپورٹرس
آزاد بھارت تمباکو فیکٹری
ناداں محل روڈ۔ لکھنؤ (انڈیا)
پارٹنر: حاجی محمد امتیاز خاں

رضوان لکھنؤ دسمبر ۸۵ء

● ــــ محمد مسیح الدین صدیقی

ذرا غور کیجیے!

زندگی میں بے شمار مواقع ایسے آتے ہیں جب انسان کو کسی سہارے کی ضرورت پڑتی ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ انسان کو ہمیشہ ہی کسی مضبوط اور مستحکم سہارے کی ضرورت لاحق رہتی ہے۔ کبھی دوستوں سے سہارا طلب کیا جاتا ہے۔ کبھی عزیز و اقارب کی جانب نظریں اٹھتی ہیں اور کبھی انسان با اثر و باحیثیت شخصیتوں کی طرف رجوع کرتا ہے۔ پل بھر میں سینکڑوں نام امید و آس کے جھلملاتے ستاروں کی طرح افق ذہن پر طلوع ہو جاتے ہیں اور انسان ہزاروں توقعات و امیدیں لیے ان کے پیچھے دوڑنے لگتا ہے مگر جلد ہی یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ جن سے وہ امیدیں لگائے ہوئے تھا، جن پر اس نے بھروسہ کیا تھا وہ محض اس کے قیاس و گمان کی غلطی اور فہم کا قصور تھا۔ اِن سہاروں کی حقیقت پانی کے بلبلے اور ریت کی دیوار سے زیادہ کچھ نہیں۔ ایک ایک کر کے یہ تمام سہارے ٹوٹنے لگتے ہیں اور وہ مایوسی و محرومی کے اندھیروں میں بھٹکنے لگتا ہے۔

پھر بھی بعض لوگوں کو اپنی غلطی کا احساس نہیں ہوتا۔ وہ انہی جھوٹے سہاروں کے پیچھے دوڑے چلے جاتے ہیں۔ شاید کہ کبھی امید کا چراغ جل اٹھے۔ اور ان کی آرزوں کی شمع روشن ہو جائے۔ لیکن انھیں یہ روز سعید دیکھنا نصیب نہیں ہوتا۔

لیکن جو شخص اپنی آنکھیں کھلی رکھتا ہے، تجربوں سے سبق حاصل کرتا ہے۔ اور پھر کسی نادانی و حماقت میں مبتلا ہونا نہیں چاہتا اس کے لیے آج بھی ایک عظیم، قابلِ بھروسہ اور لائقِ اعتماد

سہارا موجود ہے:

"جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دے۔ اور عملاً وہ نیک ہو، اس نے فی الواقع ایک قابل اعتماد سہارا تھام لیا۔" (لقمان ــــ ۲۲)

در در کی ٹھوکریں کھانے والا یہ انسان ــــ ایک بار اپنے آپ کو صدقِ دل کے ساتھ اللہ کے حوالے کر کے تو دیکھے۔ پھر اسے خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ وہ اب تک کتنے ناپائیدار اور غلط سہاروں کے پیچھے گھومتا رہا ہے۔ مگر اب اسے حقیقی، مضبوط اور پائیدار سہارا مل گیا ہے۔ ایسا عظیم اور حقیقی سہارا جو اسے دنیا کے تمام جھوٹے سہاروں سے بے نیاز کر دے گا۔ مگر بس شرط یہ ہے کہ وہ پورے شعور و احساس کے ساتھ صرف اور صرف اللہ کا ہو جائے اور پھر دنیا کا بڑے سے بڑا سہارا بھی اس کے لیے کوئی کشش نہ رکھے۔

خود ساختہ مصروفیتیں

برسوں بعد مجھے اپنے ایک دوست کا خط ملا۔ جسمیں انہوں نے اپنی بے پناہ مصروفیتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ کس طرح صبح سے شام اور پھر رات دیر گیے، سونے تک ان کے اوقات گوناگوں مشاغل میں بٹے ہوئے ہیں اور تھوڑی دیر کے لیے بھی انہیں فرصت نصیب نہیں ہوتی۔

خط پڑھ کر اندازہ ہوا کہ واقعی ان کے رات و دن کے چوبیس گھنٹے مختلف کاموں کے لیے وقف ہیں۔ مثلاً صبح اٹھنا، نہانا دھونا، ناشتہ چائے، پھر دفتر، فیکٹری اور لنچ کے بعد دیگر کاروباری امور و حسابات کی تکمیل، ضروری ملاقاتیں، رات کا کھانا اور اس کے بعد کسی ضروری امتحان کے سلسلہ میں پڑھائی اور پھر تقریباً ایک یا دو بجے رات کو سونا۔ ان بھی کاموں کے لیے انہوں نے باقاعدہ اوقات مقرر کر رکھے تھے اور سختی سے اس کی پابندی کرتے تھے۔ دن میں ایک لمحہ کے لیے بھی انہیں آرام میسر نہیں تھا۔

میں سوچنے لگا کہ ان پر اتنا غیر معمولی بوجھ و بار آخر کس نے ڈال دیا ہے؟ کیا خدا نے۔ جس کے وہ پابند ہو کر رہ گئے ہوں؟ مگر خدا نے تو کسی پر بھی اس کی طاقت و برداشت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا ہے ــــ اور خود ان کے خط میں بھی خدا کا یا خدا کے لیے کسی کام کا ذکر نہیں تھا۔ حد یہ کہ اس اہم ترین فریضہ "نماز" کے لیے بھی ان کے اوقات میں کہیں گنجائش نہیں تھی جس کا ایک مسلمان

ہر حالت میں پابند ہوتا ہے۔

آج کا انسان اپنی خود ساختہ مصروفیتوں میں جو محض اپنے نفس کی خاطر بنائی گئی ہیں۔ اتنا زیادہ الجھ گیا ہے کہ اپنے خدا سے بھی غافل ہو کر رہ گیا ہے۔ دنیا اور اس کی آسائشوں کے لیے تو وہ پوری طرح وقف بلکہ اس میں ہمہ وقت مصروف ہے اور اس کے لیے غیر معمولی مصیبتیں اور مشقتیں بخوشی جھیل رہا ہے مگر اسے فرصت نہیں ہے تو فقط خدا کے احکامات و ہدایات پر عمل کرنے کی۔ اسے وقت نہیں ملتا تو صرف اس لیے کہ اپنے فرائض ادا کر سکے۔

دنیا اور اس کی آسائشیں تو انسان کے لیے تھیں مگر آج انسان ان چیزوں کا ہو گیا ہے اور کولہو کے بیل کی طرح ان کے پیچھے گھوم رہا ہے۔

ترقی یا بے بسی

کہنے کو تو آج انسان نے بے پناہ ترقی کر لی ہے۔ آسمانوں پر اڑنے لگا ہے۔ چاند ستاروں تک رسائی حاصل کر لی ہے۔ اور بہت کچھ کرنے کا اہل بن گیا ہے۔ لیکن کیا حقیقتاً وہ اتنا ہی کامیاب ہے جتنا اسے گمان ہے؟

وہ جہاز بنا سکتا ہے۔ راکٹوں میں چاند ستاروں کی سیر کر سکتا ہے۔ لیکن انہیں تباہ ہونے سے نہیں روک سکتا۔ اس نے ترقی اور سائنس کے نام پر خطرناک ترین اسلحہ تو ایجاد کر لیے مگر ان کے تباہ اثرات سے خود کو محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ نئی نئی دوائیں تو بنا سکتا ہے، بیماریوں سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ جدید آلات سے آراستہ دواخانے تو قائم کر لیے مگر حادثوں کو ٹال نہیں سکتا۔

گویا ان تمام ترقیوں کے باوجود وہ کہیں نہ کہیں جا کر مجبور و بے بس ہو جاتا ہے۔ اس کی ترقی ادھوری معلوم ہونے لگتی ہے ـــ پھر کیوں وہ اپنی ترقی و کامرانی کے گن تو خوب گاتا ہے مگر اپنی واقعی بے بسی و لاچاری کا اعتراف نہیں کرتا؟ اپنے سے بالاتر اور تمام اختیارات کے مالک اُس عظیم ذات خداوندی کے آگے اپنا سرِ نیاز خم نہیں کر دیتا جس نے اُسے یہ سب سکھایا ہے۔ عروج و ترقی کے زینے پر چڑھایا ہے اور اب ـــ اسے نیچے گرنے اور تباہ و برباد ہونے سے بچا لینے کی قدرت بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔

بندہ کس کا اور بندگی کس کی؟

شادی بیاہ یا دیگر تقاریب کے موقعے۔ خود اپنے یہاں ہوں یا کہیں وہاں مدعو ہونا پڑے مختلف

زحمتوں سے گزرنا اور کچھ نہ کچھ تکلیف اٹھانا ضروری ہے ـــ رات دیر گئے تک جاگنا اور مصروف رہنا پڑتا ہے۔ کبھی کبھی تو ساری رات ان ہنگاموں کی نذر ہو جاتی ہے، ورنہ رات کا بیشتر حصہ ضرور نکل جاتا ہے۔ اور یہ زحمتیں خوشدلی سے گوارا کی جاتی ہیں۔ کیوں؟ ـــ ظاہر ہے کہ عزیز و اقارب کے لیے، دوست احباب کی خوشی کی خاطر۔

اس موقع پر ایک لمحہ کے لیے سوچیں کہ کبھی اپنے خدا کے لیے بھی ایسی کوئی زحمت اٹھائی ہے؟ اور اس ہستی کی خوشی کی خاطر بھی کچھ برداشت کیا ہے؟ جس کے ہم اپنی ایک ایک سانس کے لیے محتاج ہیں۔

ہم خود کو اس خدا کا فرمانبردار کہہ سکتے ہیں مگر دل کی گواہی۔ خود اپنے ضمیر سے پوچھنے کی ضرورت ہے کہ دراصل تابعداری ہم کس کی کر رہے ہیں؟ ـ

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ کی ایک اور خصوصی پیش کش

حضرت شیخ الحدیث نمبر (۲)

ماہنامہ الفرقان نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کی یاد میں ایک خصوصی نمبر دسمبر ۸۳ء میں شائع کیا تھا۔ جو بحمد اللہ بہت ہی مقبول ہوا۔ لیکن بعض انتہائی اہم مضامین تاخیر سے پہونچنے کے باعث اس نمبر میں شامل نہ ہو سکے تھے۔ اسی طرح صفحات میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے حضرت شیخ قدس سرہ کی آپ بیتی کی پوری تلخیص بھی اسمیں نہ آسکی اسلیے وعدہ کیا گیا تھا کہ اس خصوصی اشاعت کا دوسرا جلد شائع کیا جائے گا لہٰذا اب پیش ہے شیخ نمبر دوم جس کے اہم عنوانات درج ذیل ہیں۔

اہم عنوانات: ● کچھ باتیں کچھ یادیں ● شیخ الحدیثؒ اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ ● حضرت شیخ کی آپ بیتی کی تلخیص ● حضرت شیخ کچھ نقوش و تاثرات

صفحات تقریباً ۲۰۰ ● طباعت فوٹو آفسیٹ ● قیمت: -/۱۵ (مع محصولڈاک -/۱۷)

شیخ نمبر سے خریداری قبول کرنے کے خواہشمند حضرات -/۲۸ روپے ارسال فرمائیں نمبر ان کی خدمت میں رجسٹری سے بھیجا جائے گا ـــ زیادہ تعداد میں منگانا ہو تو خصوصی رعایتوں کی شرح جوابی خط لکھ کر دفتر سے دریافت فرمائیں۔

ہمارا پتہ: منیجر ماہنامہ الفرقان۔ نظیر آباد (۳۱ نیا گاؤں مغربی) لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

عبدالہادی

یہ وہی قرآن ہے جس کی آواز سن کر کفار کی عورتیں اور بچے تک بے قابو ہو جاتے تھے کیا وجہ ہے کہ وہ ہم پر اثر انداز نہیں ہوتا۔؟!

درسِ عبرت

یہ قرآن جس کو ہم کلام الہٰی کہتے ہیں اس کی صداقت اور تاثیرات پر مسلمانوں کا ایمان ہے یہ وہی قرآن ہے جو حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی صورت میں نازل ہوا اس کا ایک ایک حرف سچا عبرت انگیز اور نور ایمانی سے مملو دنیا کی تمام نصائح۔ پند کی کتابیں اس کے آگے ہیچ۔ یہ وہی قرآن ہے جس قرآن سے حضرت عمرؓ اپنی بہن سے سنکر اسلام کے زمانہ میں متاثر ہو گئے تھے جس نے عتبہ بن ربیعہ رئیس قریش کو انگشت بدنداں بنا دیا۔ جس کی چند آیات سنکر حکیم بن حزام آغوش اسلام میں آگئے جس کی ایک ایک آیت بڑے بڑے سنگدلوں کو تصویر حیرت بناتی رہی اور جس کی اثر اندازی کا یہ عالم تھا کہ جس کے کان میں اس کی آواز پڑ گئی بیقرار ہو گیا۔ جس سے قریش اس قدر ڈرتے تھے کہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کو اس شرط پر مکہ میں رہنے کی اجازت دی تھی کہ وہ قرآن بلند آواز سے نہ پڑھیں کیونکہ اس کی آواز سے عورتوں اور بچوں پر انقلاب انگیز اثرات مرتب ہوتے دیکھ کر وہ خود سراسیمہ ہو رہے تھے اور اسی لئے وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے سورۂ رحمٰن بلند آواز سے حرم میں پڑھنے پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ یہ وہی قرآن ہے جسے نخلہ دیگر مقامات پر سنکر جنوں کی ایک جماعت ایمان لاتی ہے اسی سحور کن قرآن نے عرب عجم کے لاکھوں وحشیوں کو انسانیت کا سبق سکھایا

رضوان لکھنؤ دسمبر ۵۸ء

بڑے بڑے سنگدل اور جادوگر کاہن کو قرآن کی صفت تغیر نے مسخر کر کے دکھا دیا۔ یہ زبانی اور قرآنی زبان ادب و انشا کے رنگ میں ڈوبی اور حوض کوثر میں دھلی ہوئی جہاں زور ہے وہاں سیلاب امنڈتا چلا آرہا ہے اور جہاں نرمی ہے وہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا نسیم سحری اٹھکھیلیاں کر رہی ہے۔ عرب کچھ ہی فصاحت و بلاغت اور خوبصورت جملوں کے عاشق سنتے ہی مسحور ہو جاتے اور پھر بھلائے نہ بھولتے اس قرآن کی اثر خیزیاں جہاں کفار پر پوری طرح اثر انداز ہوتی تھی وہاں آج توحید پرستوں پر ان کا کوئی اثر بھی مرتب ہوتا نظر نہیں آتا سوچئے کہ اس بدبختی کا باعث کیا ہے اور کلام الہٰی کے جلال اثر سے یہ کیوں محروم ہیں کیا اسی لئے تو نہیں کہ کثرت فسق۔ فجور سے ہمارے قلب تاریخ مردہ ہو چکے ہیں لیکن اس عہد میں جن پر اثر پڑتا تھا ان کی حالت بھی تو ہم سے کچھ بہتر نہ تھی۔

لیکن پھر یہ بات ہے کہ وہ بت پرست اور کافر بھی بہت سی باتوں میں ہم توحید پرستوں اور اس زمانے کے مسلمانوں سے کچھ بہتر نہیں بہت بہتر تھے۔

زبان کے ایسے پابند کہ جسے اپنی پناہ میں لے لیا اس کی حمایت میں قبیلہ کا قبیلہ کٹ مرا اور جو وعدہ کر لیا تھا آخر تک نباہا۔ بڑے بڑے آلودہ عصیاں آتے اور جب کسی کام کے نہ کرنے کی ہمت آپ کے ہاتھ پر لیتے پھر مجال نہ تھی کہ اس کا ارادہ بھی کرتے حالانکہ ان پر کوئی زور نہ تھا اور نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی قوت تھی۔ اور غریب محتاجوں کی عدم دستگیری بڑے بھاری عیوب خیال کئے جاتے تھے حضرت عباسؓ زمانہ کفر میں اسی لئے منصب سرداری سے رہ گئے کہ وہ فیاض نہ تھے۔ بڑے مہمان نواز تھے۔ عصبیت کا یہ عالم تھا کہ اپنے قبیلہ والے کی حمایت میں قبیلہ کا قبیلہ کٹ مرتا تھا اور جب تک انتقام نہ لے لیتا اسوقت تک چین نہ لیتا تھا پھر نہ کبھی اس کا احسان جتاتا تھا اور نہ طعنہ دیتا تھا۔ اقربا نوازی انتہا سے بڑھی ہوئی تھی حقیقی بھائی تو حقیقی ہی ہیں رشتہ کے بھائیوں میں بھی ایسی محبت ہوتی تھی کہ آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ بھائی حقیقی ہو سوتیلا ہو رشتے کا ہو سب سے عزیز ہوتا تھا، فصاحت بلاغت کے عاشق تھے ان میں سے ایک بات بھی ہمارے اندر پیدا نہیں حالانکہ ہم مسلمان ہیں اور توحید پرست بھی وہ بت پرست بھی تھے اور کافر بھی۔ بیعت کیا ہے محض اقرار عہد تصوف میں بیعت کا سلسلہ آج بھی اس عہد کی یادگار ہے لیکن وہ بیعت بہت حقیقی ہوتی تھی اور آج یہ محض صورت پرستی رہ گئی ہے بیعت کرنے والے کو خیال بھی تو نہیں ہوتا کہ

رضوان لکھنؤ دسمبر ۵۸ء

ہیں کس امر کی بیعت کر رہا ہوں اور اس سے کیا ذمہ داریاں مجھ پر عائد ہو رہی ہیں۔ نہ کسی کو زبان کا پاس ہے دھوکہ دینا عین فطرت وعدہ خلافی عین حکمت۔ ہر آدمی بھائی بھائی کا دشمن ہے ہر شخص حرص و طمع میں ایسا ڈوبا ہوا ہے کہ تھوڑے سے نفع کی خاطر انسانی غیرت کا خون کرنے پر تیار اخلاقی بغاوت پر آمادہ اور ذرا سے احسان پر عمر بھر طعنہ دینا تو کیا ہم نے دیکھا ہے کہ لوگ علانیہ کہہ دیتے ہیں کہ دنیا کا احسان لیں گے مگر رشتہ داروں کا بار نہ اٹھائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عہد میں اُس زمانہ کے کفار سے بھی گئے گذرے ہیں۔ وہ لاکھ برے تھے مگر آجکل کے غافل مسلمانوں سے اخلاقی معاشرتی زندگی بہت بہتر تھی۔ ان میں اتحاد تھا، یگانگت تھی۔ آپس میں شفقت و محبت سے پیش آتے تھے۔ عہد کا پاس تھا مہمان نوازی تھی۔ بالعموم مخیر، فیاض تھے۔ ان میں سیاسی بازیگری نہیں بلکہ حقیقتاً مخلص تھے دل کشادہ تھے۔ سادگی اور سادہ لوحی تھی۔ رسم و رواج اور وقت کے بگڑے ہوئے قہر آلود منظر سے گھبرائے اور سہمے ہوئے تھے۔ اور آج کا یہ غافل مسلمان ان تمام خوبیوں سے قطعی دیوالیہ ہو چکا۔ اس کا مزاج بہروپیہ پن کا لبادہ اوڑھ چکا دوسروں پر نکتہ چینی عیب جوئی، بہتان تراشی اس کی فطرت بن چکی کوئی مجلس ان خوش گپیوں سے خالی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عقیدت محبت کا پردہ چاک ہو چکا جس کے نتیجہ میں بغض، عناد، غیبت برائی عام ہو چکی تھی۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ذلیل، رسوا کرنے پر تلا ہوا ہے بغض و حسد کا طوق اس کی گردن میں سانپ کی طرح حمائل ہے کہ ہر وقت اس کے زہر سے اسی کا سیاہ ہو رہا ہے اور وہ اس کو سرور پرور نشتر ہی سمجھ رہا ہے آج ہمارے درمیان اتحاد پارہ پارہ ہو چکا۔ فروعات کی کشمکش اور تشدد پسندی نے شجر محبت کی ٹہنیوں کو تراشا۔ ہماری ناعاقبت اندیشانہ چالوں اور مغرورانہ روش، غیبت، بہتان کی لعنت سے یہ شجر محبت زمیں بوس ہو چکا۔ قرآن بالقرآن۔ قرآن یقین علی القرآن بنیانٌ مرصوص کا اصل معمار تھا جسے ہم نے چھوڑ دیا۔ یہ وہی قرآن ہے جسے کفار کی عورتیں اور بچے تک اس کی آواز سنکر بے قابو ہو جاتے تھے جو قرآن کفار کے پتھر دلوں کو چیلنج کرتا تھا کیا بات ہے کہ وہ ہم پر اثر انداز نہیں ہوتا یہی تو نہیں کہ ہم نے اسے چھوڑ دیا۔ اسے نہ سمجھا اور اس کی حقیقی روح، حرمت سے بیگانہ ہو گئے۔ سوچو اور پھر سوچو اور ان حالات سے سبق لو ۔

رضوان لکھنؤ دسمبر ۸۵ء

مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی

قرآن پاک اور مسلمان

غضب ہے ہم کو اب حاصل نہیں ہے لطفِ رُوحانی
بُھلا دی آہ دل سے ہم نے تعلیمات قرآنی

وہ قرآں آخری پیغام ہے ربِ عزت کا
مُبارک ہو مُبارک قدر اس کی جس نے پہچانی

وہ قرآں بزمِ رُوحانی ہوئی آباد پھر جس نے
وہ جس نے دُور کر دی آکے دُنیا کی پریشانی

وہ قرآں جو سراپا نور ہے، رحمت ہے برکت ہے
پلاتا ہے جو اپنے عاشقوں کو جامِ عرفانی

وہ قرآں جو غذا بھی ہے دَوا بھی ہے شفا بھی ہے
وہ قرآں جس سے طے ہوتے ہیں سب درجات روحانی

وہ قرآں جس کی برکت کا بیاں ہو ہی نہیں سکتا
بناتا ہے جو اپنے چاہنے والوں کو ربانی

وہ قرآں جس نے مُردوں کو حیاتِ جاوداں بخشی
جہاں میں عام جس نے کر دیا ہے آبِ حیوانی

وہ قرآں جس نے کفر و شرک کی جڑ کاٹ کر رکھ دی
مے توحید کی جس سے ہوئی دُنیا میں ارزانی

رضوان لکھنؤ دسمبر ۸۵ء

وہ جس سے کفر کی ظلمت ہوئی کافور دُنیا سے
ہوئی روشن جہاں میں جس سے ہر سو شمعِ ایمانی

وہ جو ابرِ کرم بن کر جہاں میں چار سُو برسا
وہ جس سے ہر طرف جاری ہوئے دریائے احسانی

وہ جس کے حکمراں ہوتے ہی دنیا بن گئی جنت
نرالا ہے جہاں میں جس کا آئینِ جہاں بانی

وہ جس کا ایک نقطہ بھی نہ بدلے گا قیامت تک
وہ جس کی خود خدائے پاک کرتا ہے نگہبانی

اخوت کا سبق جس نے پڑھایا ساری دُنیا کو
غلاموں کو عطا جس نے کیا ہے تاجِ سُلطانی

وہ قرآں آج بھی موجود ہے لیکن مسلمانو!
نہیں باقی رہا کیوں آہ تم سے ربط پنہانی

خزانہ گھر میں ہے موجود پھر بھی آہ! مفلس ہیں
بھٹکتے پھر رہے ہیں چار سو اے وائے نادانی

پڑھو قرآں سمجھ کر اور عمل دل سے کرو اس پر
فنا ہو حق کی مرضی میں بنو محبوبِ سُبحانی!

عمل جو شوق سے کرتا ہے قرآنِ معظم پر
وہی ہوتا ہے بے شک موردِ الطافِ رحمانی

ہوئی ہے صبحِ صادق سے گریزاں رات کی ظلمت
جہاں خورشید کی کرنوں سے ہو جائے گا نورانی

مرا پیغام ہے سارے زمانے کیلئے احمد
مرا پیغام کیا ہے بلکہ ہے پیغام ربانی